



شہ مات

فاطمہ لغاری



www.urdu novelsmania.com

Novels
Mania

Urdu Novels Mania Team©

www.urdu novelsmania.com

ناول #: شہ مات

از قلم #: فاطمہ لغاری

سورج آہستہ آہستہ ڈھل رہا تھا۔ آسمان پر بادلوں کا راج تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ یہ منظر ہے اسلام آباد کی بحریہ یونیورسٹی کے لاء (law) ڈپارٹمنٹ کا۔ طالب علموں کی تعداد خلاف معمول کم تھی۔ کچھ طلباء راہداری سے گزرتے ہوئے سیمینار ہال کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ہال میں دونوں اطراف میں بہت سی کرسیاں لگی تھیں جن پر سٹوڈنٹس کی کثیر تعداد بیٹھی تھی۔ سامنے سیٹج بنا ہوا تھا جہاں سائید پر کچھ کرسیاں اور ایک میز تھی اور بیچ میں ڈائس رکھی تھی۔ سٹوڈنٹس کی آمد جاری تھی۔ اچانک ہال کی لائٹس بند ہو گئیں۔ طالب علموں کی سرگوشیاں رک گئیں۔ اس خاموشی میں کچھ قدموں کی چاپ سنائی دی۔ ہال کے کھلے دروازوں سے سٹوڈنٹس کا ایک گروہ داخل ہوا۔ ہال کی تمام لائٹس کا رخ ان کی طرف ہو گیا۔ سٹوڈنٹس ایک ٹیم کی صورت میں چلتے ہوئے سیٹج کی جانب بڑھ رہے تھے۔ سب سے آگے سیاہ برقع نقاب میں ایک لڑکی تھی جو کہ اپنی مغرور چال سے چلتے ہوئے اب سیٹج پر چڑھ رہی تھی۔ ہال میں خاموشی کی وجہ سے سیٹج پر چڑھتے سٹوڈنٹس کے قدوں کی آوازاں سنائی دے رہی تھی۔ سیٹج پر پڑی ان کرسیوں پر اب وہ سٹوڈنٹس بیٹھ چکے تھے۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی شیطاں مردود سے "

(ہال میں ایک لڑکے کی آواز گونجی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا

اَلّٰہُمَّ اَلّٰہُمَّ رَبَّ اَلّٰہِ عَلَیْمِیْنَ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ

بدلے کے دن کا مالک ہے

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

ہمیں سیدھا راستہ دکھا

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ

راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے اپنا انعام کیا تاکہ ان لوگوں کا جن پر تیرا غضب ہوا اور جو گمراہ ہوئے

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

بیشک اللہ نے سچ کہا

تلاوت کے ختم ہونے کے بعد سیاہ برقع نقاب والی وہ لڑکی کرسی سے اٹھ کر ڈانس کی جانب بڑھی

"Asalamoalikumeveryone,IAMIrsaHashimfromLaw Department.Todayisourlastdatattheuniversity.Whenwe wereinthisuniversitywehadalottolearnbuttodaywehave learnedalot"

ہال میں اس کی بارعب آواز گونج رہی تھی۔

"لیکن دنیا ایک کلاس روم کی طرح ہے جہاں ہم ہر وقت کچھ نہ کچھ سیکھتے رہتے ہیں ہم بہت دفعہ گرتے ہیں بہت دفعہ اٹھتے ہیں ہم جیتتے ہیں لیکن ہارتے بھی ہیں اس جیت ہار کے درمیان بہت سے لوگ ٹوٹ جاتے ہیں لیکن کامیاب لوگ وہ ہیں جو ثابت قدم رہیں۔ اگر آپ ثابت قدم رہنا چاہتے ہیں اگر آپ کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو خود پر یقین کرنا سیکھیں۔ جان لیں کہ کوئی آپ کو توڑ نہیں سکتا، کوئی آپ کو استعمال نہیں کر سکتا، کوئی آپ کو خرید نہیں سکتا اگر آپ نہ چاہیں۔"

اس نے گہری سانس لی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"یہاں بیٹھے تمام سٹوڈنٹس ایک ہی ڈپارٹمنٹ کے ہیں لیکن آپ سب کا یہاں آنے کا مقصد الگ الگ ہے۔ کچھ یہاں پر صرف ڈگری کے لیے آئے ہیں کچھ یہاں اپنے کیریئر کی وجہ سے آئے ہیں کہ ایک lawyer کا کرئیر شاندار ہوتا ہے، لیکن کچھ لوگ یہاں انصاف کے لیے آئے ہیں اور وہی لوگ عدالت کی کرسی کے لائق ہیں۔"

اس کی رعب دار آواز سب کو مسحور کر رہی تھی۔ ایسے میں اس کی نظر آخری قطار میں بیٹھی ایک لڑکی پر پڑی جو کہ اس کی تصاویر لے رہی تھی۔ ایک دم اس کی سفید رنگت سرخ ہوئی تھی۔

"آپ سب اس ملک کا مستقبل ہیں۔ اس گرتی ہوئی مملکت کو آپ نے تھامنا ہے۔ اور اس کے لیے خود پر یقین کرنا سیکھیں۔ یاد رکھیں کوئی آپ کو خرید نہیں سکتا، کوئی آپ کو استعمال نہیں کر سکتا۔ اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔"

ارسا اب سیٹج سے اتر رہی تھی۔ خاموشی نے سٹوڈنٹس کا سکوت توڑا۔ وہ سب کھڑے ہو کر تالیاں بجانے لگے۔ اور وہ سیاہ جاگرز پہنے آہستہ آہستہ باہر کی جانب بڑھ رہی تھی۔ آخری قطار کے پاس آکر اس کے ہاتھوں نے کرسی پر بیٹھی اس لڑکی کا موبائل اٹھایا اور پھر وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔

رات کا سماں تھا۔ آسمان پر بادلوں کا راج تھا۔ چاند کے علاوہ ہر چیز اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ایسے میں شہر سے دور ایک گاؤں کی کچی پگڈنڈی پر کچھ لوگ گاڑیوں میں بیٹھے پچھلے ایک گھنٹے سے اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھے۔ فضا کی اس خاموشی کو فائرنگ کی آواز نے توڑا۔ کچھ نقاب پوش سیاہ جفے پہنے ان گاڑیوں کے آگے آگے۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی شاید وہ آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد فضا میں فائرنگ کی آواز گونجی۔ اگلے پانچ منٹ تک فائرنگ چلتی رہی پندرہ منٹ بعد وہاں گاڑیوں کے بجائے کچھ لوگوں کی لاشیں پڑی تھیں نقاب پوش اندھیرے میں غائب ہو چکے تھے۔

شام کے پانچ بج رہے تھے۔ جنوری کا مہینہ تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ خوشگوار موسم میں پرندے آسمان پر چھہا رہے تھے۔ لاہور کی سڑکوں سے گزرتے ہوئے کورٹ کی بلڈنگ کے اندر جاو تو اس ہاشم کی نیم پلیٹ لگی تھی۔ آفس کا دروازہ کھول کر اندر جاو تو وہ رانگ چنیر پر بھول رہی تھی۔ یہ ایک بڑا سا آفس تھا جہاں سفید ٹائلز لگی تھیں دیواروں پر بھی سفید ہی پینٹ ہوا ہوا تھا۔ بیچ میں شیشے کی ٹیبل پڑی تھی۔ جس کے پار رانگ چنیر کی پشت سے ٹیک لگائے سیاہ برقع میں نقاب کو ٹھوڑی پر ٹکائے وہ آنکھیں موندے بیٹھی تھی۔ بند بڑی بڑی آنکھیں، کھڑی مغرور ناک، سفید رنگت۔ وہ ہر قسم کی ٹینشن سے آزاد نظر آ رہی تھی۔ کچھ وقت بعد اس نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ دیوار پر لٹکی وال کلاک سے ٹائم دیکھا۔ پھر پاس پڑا ہینڈ بیگ اٹھایا۔ نقاب اوپر کیا ٹیبل پر پڑی فائل کو ہاتھ میں لیا اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔ راہداری سے گزرتے ہوئے کارپورچ کی طرف آئی۔ پاس کھڑی civic میں بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھے ہی گاڑی چلنے لگی۔ کورٹ سے نکلتے ہی ایک پولیس موبائل ان کے پیچھے چلنے لگی۔ بیس منٹ بعد گاڑی ایک بڑے سے بینگو کے پاس رکی۔ ڈرائیور کے ہارن دینے پر چوکیدار نے دروازہ کھولا تو گاڑی اندر کی جانب بڑھ گئی۔ گاڑی کے رکتے ہی وہ گاڑی سے اتر کر اندر کی جانب بڑھی۔

"دنیا میں سب سے مشکل کام کون سا ہے اس آپی؟" لاونج میں بیٹھ کر اخبار پڑھتے ہوئے اس کے چھوٹے بھائی عبداللہ نے پوچھا۔

کمرے کی جانب اس کے بڑھتے قدم رکے۔ اس نے ایک نظر عبداللہ کو دیکھا۔

"اسکارف باندھنا۔" یہ کہہ کر وہ اندر کی جانب بڑھ گئی۔ جبکہ پیچھے بیٹھا عبداللہ حیرت سے اسے دیکھ رہا

تھا۔

کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ کمرے میں چھائے سکوت کی وجہ سے کسی ذی نفس کے ہونے کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ تھوڑا سا آگے دیوار پر ایک بڑی سی ایل سی ڈی نسب تھی جس کی روشنی ان چاروں نفوس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایل سی ڈی پر اندھیرا چھا گیا۔ اور ایک لڑکا دروازہ کھول کر اندر آیا۔

"جی سر آپ نے بلایا۔" اندر آنے والے لڑکے نے کہا۔

"سر شیراز آپ سے ملنا چاہتا ہے۔" ایک اور لڑکے نے اندر آ کر کہا۔

"بھجواسے۔" ان چاروں میں سے ایک آدمی نے کہا۔

"راجر سر۔" اس لڑکے نے کہا اور باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک لڑکے کے ساتھ اندر آیا جو لنگڑا کر چل رہا تھا۔

"سر وہ۔۔۔۔۔ وہ۔" زخمی لڑکا بولنے لگا۔

"انہوں نے بیچ راستے میں ہمیں روک لیا۔ وہ سارا سامان لے گئے انہوں نے سب کو مار دیا میں بڑی

مشکل سے جان بچا کر بھاگا ہوں۔"

لڑکے کی بات پر اس آدمی کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔

"کون تھے وہ؟" اس آدمی نے غصے سے پوچھا۔

"پتا نہیں سر۔ انہوں نے سیاہ چنے پن رکھے تھے اور نقاب کیا ہوا تھا۔" اس لڑکے نے ڈرتے

ہوئے کہا۔

"آآآ!!!!!!" وہ آدمی چلایا

"زالان حیدر۔" اس نے غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچیں۔

"انہوں نے بیچ راستے میں ہمیں روک لیا۔ وہ سارا سامان لے گئے انہوں نے سب کو مار دیا میں بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا ہوں۔"

لڑکے کی بات پر اس آدمی کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔

"کون تھے وہ؟" اس آدمی نے غصے سے پوچھا۔

"پتا نہیں سر۔ انہوں نے سیاہ چنچے پن رکھے تھے اور نقاب کیا ہوا تھا۔" اس لڑکے نے ڈرتے ہوئے کہا۔

"آآآ!!!!!!-----" وہ آدمی چلایا۔

"زالان حیدر۔" اس نے غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچیں۔

"زالان حیدر کون ہے اسکندر؟" ان تینوں میں سے ایک آدمی نے کہا۔

اسکندر نے گہری سانس لی اور بتانا شروع کیا۔

"سامان تیار ہے تو نکلتے ہیں۔" اسکندر نے پاس کھڑے لڑکے سے کہا۔

"جی سر آئیں۔" اس لڑکے نے کہا۔

وہ لوگ گاڑی میں بیٹھے اور گاڑی چل پڑی۔ شہر سے نکل کر گاڑی اب گاؤں کی کچی پگڈنڈی پر چلنے لگی تقریباً ایک گھنٹے بعد گاڑی ایک گھر کے قریب رکی۔ اسکندر اپنے آدمیوں کے ساتھ گاڑی سے نیچے اترے۔ اس کے ہاتھ میں چھوٹی سی پسٹل تھی جبکہ اس کے گارڈز کے پاس بڑی بڑی رائفلز تھیں۔ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے وہ اس گھر کے کھلے دروازے سے اندر چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں اور ساتھ ہی چیخ و پکار کی۔ تقریباً دس منٹ تک فائرنگ چلتی رہی اور پھر خاموشی چھا گئی۔ اسکندر اپنے آدمیوں کے ساتھ باہر نکلا۔

"سب کو بتا دو کہ آئندہ اگر کسی نے ہمیں ہمارے کام کا پولیس کو بتانے کی کوشش کی تو اس کا انجام بھی انہی جیسا ہوگا۔" اسکندر نے پاس کھڑے گارڈ سے کہا۔ اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔ ان کی گاڑی مٹی اڑاتے ہوئے اب دور جا رہی تھی۔ اس گھر کے باہر کھڑے بارہ سالہ اس بچے کی آنسو بھری آنکھوں نے ان کا دور تک پیچھا کیا تھا۔ ایک عزم کے ساتھ، انتقام کے جذبے کے ساتھ۔۔۔۔۔

"انتقام لینے کے چکر میں زالان نے ایک طاقتور گینگ بنالیا ہے۔ ظاہری طور پر یہ ایک ڈرگز گینگ ہے لیکن اس کا مقصد دوسرے گینگز کی سپلائی کو روکنا اور ان کے آدمی مار کر ان کی تعداد کو کم کرنا ہے۔ ہماری اسمگلنگ میں سب سے بڑی رکاوٹ زالان حیدر ہے۔ ہم لوگ جہاں ڈرگز سپلائی کرنے جا رہے ہوتے ہیں وہ ہم سے پہلے وہاں موجود ہوتا ہے۔ ظاہر ہے اس کے لوگ ہمارے درمیان موجود ہیں۔"

"لیکن ایک اکیلا لڑکایہ سب کیسے کر سکتا ہے؟" اسکندر کے خاموش ہونے کے بعد ایک آدمی نے پوچھا۔

"شاید کوئی بڑی طاقت اس کے ساتھ ہو۔" اسکندر نے سوچتے ہوئے کہا۔

خوش مزاجی مشہور ہے ہماری سادگی بھی کمال ہے...

ہم شرارتی بھی انتہا کے ہیں اور سنجیدگی بھی بے مثال ہے...

"ہادیہ کل آرہی ہے۔" رات کو کھانا کھاتے ہوئے عائشہ نے ارسا کی بہن کے بارے میں بتایا۔

"اچھا۔" وہ سنجیدگی سے کھانا کھاتے ہوئے بولی۔

"تمہاری جاب کیسی جارہی ہے بیٹا۔" ہاشم نے ارسا سے پوچھا۔

"اچھی جارہی ہے۔ آج ہی ایک مرڈر کیس آیا ہے اسے ریڈ کر رہی ہوں۔" اس نے موبائل پر لگے

عبداللہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہمممم۔ دھیان رکھا کرو بیٹا۔" ہاشم نے دھیمی لہجے میں کہا۔

"جی۔" وہ کرسی سے اٹھی اور سامنے بیٹھے عبداللہ کے ہاتھ سے موبائل لے لیا۔

"کھانا کھاؤ۔" اس نے عبداللہ کو گھورتے ہوئے کہا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ جبکہ پیچھے بیٹھے

عبداللہ نے شکایتی نظروں سے ہاشم کو دیکھا تو انہوں نے کندھے اچکائے اور کھانا کھانے لگے۔

مجھے سانس سانس گراں لگے۔۔

یہ وجود وہم و گماں لگے۔۔

میں تلاش خود کو کروں کہاں؟؟

میری ذات خواب و خیال ہے۔۔۔

اندھیرا آہستہ آہستہ چھا رہا تھا۔ یہ ایک بڑی سی بلڈنگ تھی جس کے آس پاس شاپنگ مال تھے۔ لوگوں کی تعداد حسب معمول زیادہ تھی۔ اس بلڈنگ کی پہلی عمارت کی لفٹ کے اندر ایک پیرا بوائے داخل ہوا۔ لفٹ کے پانچویں فلور پر رکتے ہی ایک لڑکا باہر نکلا۔ گرین شرٹ کے اوپر بلیک جیکٹ پہنے، خاکی پینٹ اور خاکی ہی جاگرز پہنے آنکھوں پر گاگلز لگائے اس نے راہداری سے گزرتے ہوئے ایک کمرے کا دروازہ بجایا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ اندر کی جانب بڑھ گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا آفس نمائندہ تھا۔ جہاں بیچ میں ایک ٹیبل پڑی تھی اور ٹیبل کے اس پار کرسی پر ایک لڑکا بیٹھا کتاب پڑھ رہا تھا۔ اندر داخل ہوتے اس لڑکے کو دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیسے ہو زالان؟" اس لڑکے نے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"جیسا دکھ رہا ہوں۔" زالان نے سنجیدگی سے کہا۔ اور پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"Amor vicinit omnia یعنی محبت فاتح عالم۔ محبت ہمیشہ جیتی ہے۔ میں نہیں مانتا ہادی۔" زالان نے گاگلز اتارتے ہوئے کہا۔

"میری زندگی میں محبت ہار گئی۔ نفرت نے محبت کو مات دے دی۔ بارہ سال کی عمر میں اپنے ماں باپ بہن بھائی کا قتل ہوتے دیکھا تھا۔ میری محبت اسی دن ہار گئی تھی۔ میں نے جن سے محبت کی

انہیں کھودیا۔ اپنی آنسو بھری آنکھوں سے اپنے گھر کے دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر ان قاتلوں کے چہرے یاد کیئے تھے۔ اور لوگ کہتے ہیں محبت فاتح عالم۔ "اس نے طنز بھرے لہجے میں کہا۔
"غلط بالکل غلط۔" اس کی بات سن کر ہادی نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"تم بھول رہے ہو کہ یہ نفرت تمہاری محبت کی وجہ سے ہے۔ تمہاری اپنے والدین سے محبت نے ہی تمہارے دل میں ان قاتلوں کے لیے نفرت پیدا کی ہے amorvicnitomina محبت فاتح عالم۔ جیت ہمیشہ محبت کی ہی ہوتی ہے چاہے وہ تمہاری زندگی ہی کیوں نہ ہو۔" ہادی نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"اسکندر کی طرف سے کوئی جوابی کاروائی نہیں ہوئی۔" زالان نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو یہ کسی بڑے طوفان سے پہلے کے خاموشی لگتی ہے۔" ہادی نے ٹھنڈی سانس خارج کی۔ وہ جانتا تھا کہ اب زالان حیدر دوبارہ اس موضوع پر نہیں آئے گا۔ وہ ہمیشہ سے ہی ایسا تھا۔ اپنی بات کہہ کر دوسرے کی سن کر بحث کرنے کے بجائے خاموش ہو جانے والا۔

اتنے میں زالان کا موبائل بجنے لگنا۔ اس نے موبائل اٹھا کر کان سے لگایا۔

"کل رات اسکندر خود رگزار ڈر تک پہنچائے گا اور وہ وہی گاؤں والا راستہ اختیار کرے گا۔" زالان نے کال سننے کے بعد ہادی سے کہا۔

"تو تم کیا کرو گے؟" ہادی نے پوچھا۔

"وہی جو ہمیشہ کرتا ہوں۔ انکے بارڈر تک پہنچنے سے پہلے ان تک پہنچوں گا۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"زالان! تمہیں نہیں لگتا کہ اسکندر کا خودیہ کام کرنا کسی خطرے کی علامت ہے۔" ہادی نے پریشانی سے کہا۔

"جب اس کے آدمی روزانہ مریں گے تو اسے یہ کام خود کرنا پڑے گا۔ تم فکرنا کرو سب ٹھیک ہوگا انشاء اللہ۔" زالان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اچھا سنو! وطن کے جانباز تمہیں یاد کر رہے ہیں۔" زالان کے چہرے پر ایک دم جوش کے آثار نظر آنے لگے۔

"ہیڈ کوارٹر سے بلاوہ آیا ہے آپ کا۔" ہادی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر میں ابھی نکلتا ہوں کل مجھے تیاری کرنی ہے حملے کی۔" زالان نے جوش سے کہا۔

"زالان میری ایک بات یاد رکھنا سب سے پہلے وطن پھر باقی چیزیں۔" ہادی نے سنجیدگی سے کہا۔

"ٹھیک ہے میرے باپ۔" زالان نے ہنستے ہوئے کہا اور باہر چلا گیا۔

تیری کمزور بندی ہوں مجھے دے دے یقین ایسا۔۔۔

گھڑے بھی ہوں سبھی کچے چنابوں سے نکل جاؤں۔۔۔

رات کے بارہ بج رہے تھے۔ آسمان پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ چاند ہمیشہ کی طرح آج بھی یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ یہ ایک بڑا سا کمر تھا جس کے بیچ میں بیڈ رکھا تھا۔ ایک کونے میں ڈریسنگ ٹیبل پڑی تھی۔ سائیڈ

میں کچھ کبڈ بنے تھے۔ بیڈ کے بالکل سامنے دیوار پر ایک شیشے کا شوپیس ٹائپ کا لادل لگا ہوا تھا اس کے برابر میں ایک نظم پیٹ کی ہوئی تھی :

سناتھا ہم نے لوگوں سے ۔۔

محبت چیز ایسی ہے ۔۔

چھپائے چھپ نہیں سکتی ۔۔

یہ آنکھوں میں چمکتی ہے

یہ چہروں پہ دمکتی ہے

یہ لہجوں میں جھلکتی ہے

دلوں تک کو گھلاتی ہے

لہو ایندھن بناتی ہے

اگر سچ ہے ۔۔ !!

تو پھر آخر ہمیں ۔۔

اس ذات حق سے

یہ بھلا کیسی محبت ہے ؟؟

نہ آنکھوں سے جھلکتی ہے ،

نہ چہروں سے ٹپکتی ہے ۔۔

نہ لہجوں میں سلگتی ہے



دلوں کو آزماتی ہے
 نہ راتوں کو رلاتی ہے
 کلیجہ منہ کو لاتی ہے
 نہ فاقوں ہی ستاتی ہے
 نہ یہ مجنوں بناتی ہے۔۔
 عجب!۔۔۔ ایسی محبت ہے۔۔
 فقط دعویٰ بچاتی ہے۔۔
 نہ کعبے کی گلی میں تن پہ انگارے بچاتی ہے۔۔
 نہ غار ثور میں چکے سکینت بن کے چھاتی ہے۔۔
 حراتک لے بھی جائے تو قدس سے نظریں چراتی ہے!
 ہم اپنے دعویٰ حق محبت پر ہوئے نادم
 تو پلکوں کے کناروں سے جھڑی سی لگ گئی اور پھر
 کہیں سے بجلیاں کوندیں، صدا آئی۔۔!
 ذرا سی آنکھ کے دم بھر منتظر رہنا
 وہاں خود جان جاو گے محبت کی حقیقت کو۔۔!
 وہ بلاشبہ کمرے کی سجاوٹ کے معاملے میں بہت ذوق رکھتی تھی۔

شیشے کی کھڑکی کے اس پار بیڈ کے کراون سے ٹیک لگانے، ٹانگیں لمبی کیئے لیپ ٹاپ کو گود میں رکھے وہ تیزی سے اس پر انگلیاں چلا رہی تھی۔ لیپ ٹاپ کی اسکرین میں جھانک تو اس پر کالے حروف سے کچھ لکھا آ رہا تھا:

"آج میں نے ایک بات پڑھی کہ کبھی کبھی انسان خود سے ہار جاتا ہے تو میرے خیال سے یہ بات غلط ہے۔ انسان خود سے ہارتا نہیں ہے بلکہ وہ ہار مان لیتا ہے وہ اس ہار کو قبول کرتا ہے جو اسے ملی ہی نہیں ہوتی جو اس کے ماننے کے بعد اسے ملتی ہے۔ ایک مکڑی جو اپنا جالا بن رہی ہے اور ہوا کا جھونکا جو کہ اس جالے کو بار بار گرا دیتا ہے۔ مکڑی دوبارہ جالا بنتی ہے ہوا سے دوبارہ گرا دیتی ہے بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے آخر وہ مکڑی ہار مان لیتی ہے۔ تو یہاں پر اگر وہ مکڑی اپنی کوشش جاری رکھتی تو وہ ہوا کو ہرا سکتی تھی لیکن اس نے اس ہار کو مانا جو اسے ملی ہی نہیں تھی۔

"اس نے قبول کی مات اور جلد ہی ہوا دے دے گی اسے شہ مات۔"

مجھے لگتا ہے ہماری زندگیوں میں بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا ہے اللہ نے ہمیں اس دنیا میں اپنی عبادت کے لیے بھیجا۔ اللہ نے ہمیں جس کام کے لیے اس دنیا میں بھیجا ہم وہ کام نہیں کر رہے ہم وہ ہوا کا جھونکا بن رہے ہیں جو مکڑی کے جالے کو گرا دیتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس امید پر قائم ہے کہ ایک نہ ایک دن اس کے بندے اس کی طرف لوٹ آئیں گے۔ تو کیا ہم لوٹ رہے ہیں؟؟؟

اس کی انگلیوں کی حرکت رک گئی مطلب اب وہ اور نہیں لکھے گی۔ اس نے لیپ ٹاپ بند کیا اور اسے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر لائٹ بند کر سونے کے لیے لیٹ گئی۔ کھڑکی سے جھانکتے چاند کی نظر اس کے سر کے اوپر دیوار پر لگی لال رنگ کی اس پینٹنگ پر پڑی جس پر لکھا تھا کہ:

"اگر آپ قبول کریں گے مات تو بہت جلد آپ کو ملے گی شہ مات"
اور کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی ان لفظوں کا مطلب جاننے کے لیے۔۔۔۔۔

شام کے پانچ بجے جہاں سڑکوں پر رش ہو جاتا ہے ایسے میں لاہور کی یہ سڑک حسب معمول خالی تھی۔ اس خالی سڑک پر بلیک پراڈو اپنی پوری رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا زالان ہمیشہ کی طرح کالی پینٹ شرٹ کے اوپر کالی ہی جیکٹ پہنے پوری توجہ سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے وجہ لگ رہا تھا۔ گاڑی ابھی بھی اپنی پوری رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ کچھ آگے جا کر ایک بلڈنگ کے نمودار ہوتے ہی گاڑی کی رفتار میں کمی آئی۔ اس بلڈنگ کے مین گیٹ کے پاس پہنچ کر اس نے ہارن دیا۔ ایک گارڈ اس کی جانب بڑھا۔

"پاسورڈ؟" گارڈ نے پوچھا۔

اس نے پاسورڈ بتایا گارڈ نے اس کی گاڑی کی نمبر پلیٹ کا نمبر نوٹ کرتے ہوئے دروازہ کھول دیا۔ اس نے اپنی گاڑی اندر کی طرف بڑھا دی۔

گاڑی سائیڈ پر پارک کر کے وہ جمپ لگا کر گاڑی سے اترا۔ یہ ایک پانچ منزلہ عمارت تھی۔ جو کہ بہت سے مناظر پیش کر رہی تھی۔ ایک جگہ پر بہت سے سٹوڈنٹس کی ٹریننگ ہو رہی تھی کوئی گن چلا رہا ہے کوئی پانی میں تیر رہا ہے۔ بہت سے لوگ ہاتھوں میں فالٹز لیے ادھر ادھر جا رہے ہیں۔

وہ ان سب کو دیکھتا ہوا اندر کی جانب بڑھا۔ لفٹ سے گزرتے ہوئے وہ آگے بڑھتا ہوا سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ ایک ساتھ دو دو سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے وہ تیسری منزل کی راہداری میں چلنے لگا۔ ایک بڑے سے کمرے کے باہر کھڑے ہو کر اس نے دروازہ بجایا۔

"یس۔" اندر سے آواز آنے پر وہ دروازہ کھول کر اندر کی جانب بڑھا۔ اس بڑے سے آفس نما کمرے میں ایک ٹیبل کے پاس پڑی کچھ کرسیوں پر بیٹھے نوجوان لڑکے اسے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اسے سیلیوٹ کرتے ہوئے باہر چلے گئے۔

"حسیب کمانڈر۔" زالاں نے سیلیوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"آئیے برخوردار آپ کا ہی انتظار تھا۔" ٹیبل کے پار بیٹھے ادھیڑ عمر اس شخص نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

زالاں پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اب تک کیا کیا ہوا سب تفصیل سے بتاؤ زالاں۔" اس شخص نے کمرے میں موجود اس کھڑکی کے پاس کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

www.urdu novels mania.com

"اور سنائیے محترمہ! کورٹ میں چنختے ہوئے مزہ آتا ہے؟" ہادیہ نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے ارسا سے پوچھا۔

وہ آج صبح ہی آئی تھی۔ عائشہ صبح سے تیاریوں میں مصروف تھیں۔ ارسا کی بھی آج چھٹی تھی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد وہ اور ہادیہ کمرے میں آگئیں تھیں اور اب دونوں چاکلیٹ کھاتے ہوئے باتیں کر رہی تھیں۔

"یار نہیں چیخا پڑتا کورٹ میں کتنی مرتبہ بتاؤں۔" اس نے ہادیہ کو گھورتے ہوئے کہا۔ سرخ رنگ کی شارٹ فراک جس پر سیاہ رنگ کی کڑھائی ہوئی ہوئی تھی۔ گلے میں سیاہ دوپٹہ ڈالے بالوں کا ڈھیلا جوڑا بنائے وہ پروقار شخصیت کی مالک تھی۔

"ارسا ایک بات کہوں۔" ہادیہ نے تھوڑی دیر خاموشی کے بعد کہا۔
 "تم کب سے مجھ سے پوچھنے لگی۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"ارسا آپسیبی!!!!!!"۔ ہادیہ کے کچھ بولنے سے پہلے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس کی چھوٹی ہنس زینب نے چیخ ماری۔

ارسا نے سنجیدگی سے سراٹھا کر اسے دیکھا۔

"کیا ہوا زینب کیوں چیخ رہی ہو۔" ہادیہ نے جھنجھلا کر کہا۔

"وہ۔۔۔ وہ مجھے بس ارسا آپنی سے یہ پوچھنا تھا کہ دنیا میں سب سے زیادہ مشکل کام کون سا ہے؟"

زینب نے جلدی جلدی کہ کر معصومیت سے آنکھیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"کسی کے ساتھ چاکلیٹ شیئر کرنا۔" اس نے چاکلیٹ کھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ نے عبد اللہ کو کہا تھا کہ اسکا راف باندھنا مشکل ہے۔" زینب نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"وہ اس لیے کہ جس وقت ہم جو کام کر رہے ہوتے ہمیں وہ ہی مشکل لگتا ہے۔ جس وقت عبداللہ نے یہ پوچھا تھا اس وقت میں اسکا رٹ سیٹ کر رہی تھی اور وہ مجھ سے نہیں ہو رہا تھا۔ اسی لیے مجھے اسکا رٹ باندھنا مشکل لگا اور ابھی میں چاکلیٹ کھا رہی ہوں اور جن نظروں سے تم میرے چاکلیٹ کو دیکھ رہی ہو مجھے چاکلیٹ شیمز کرنا زیادہ مشکل لگ رہا ہے۔" اس نے زینب کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو سوچ آپی۔ اس سوال کے جواب کے ملنے کی خوشی میں میں اپنی عزت افزائی کرنے پر آپ کو معاف کرتی ہوں۔" زینب نے بیڈ سے اترتے ہوئے کہا۔

"ویسے تم لوگ کیوں ایک ہی سوال کے پیچھے پڑ گئے ہو۔" ارسا نے اسے مشکوک نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کالج میں ٹیچر نے پوچھا ہے۔ کل جواب دینا ہے اس کا۔" زینب نے باہر جاتے ہوئے کہا۔

"دنیا جہاں کی نکمی اولاد پیدا کی ہے میری ماں نے۔" ارسا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر ہادیہ مسکرائی تھی۔

www.urdu novels mania.com

"تو مطلب کل تم جا رہے ہو اسکندر کا کام تمام کرنے۔" کمانڈر نے کمرے میں ٹپکتے ہوئے کہا۔

"جی سر۔" زلالان نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور اگر میں تمہیں روک لوں تو۔" انہوں نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں نے برسوں اس موقع کا انتظار کیا ہے اور اب جب مجھے یہ موقع مل رہا ہے تو آپ اس موقع پر مجھے نہیں روکیں گے مجھے آپ پر یقین ہے۔" زلالان نے یقین سے کہا۔

"ہوں۔" وہ پھر کمرے میں ٹہلنے لگے۔

"سر آپ نے مجھے یہاں کیوں بلایا؟" زالان نے سنجیدگی سے کہا۔ حسیب اب کرسی پر بیٹھ گئے۔

"تمہیں یہاں بلانے کی وجہ کورٹ ہے۔" انہوں نے دونوں ہاتھ آپس میں ملاتے ہوئے کہا۔ زالان نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا۔

"تم جانتے ہو انٹیلیجنس مطلب خفیہ ایجنسی۔ ہم پولیس اور آرمی سے الگ کام کرتے ہیں ہم ظاہر نہیں ہوتے۔ ہمارے کچھ مشنز میں پولیس اگر رکاوٹ بنے تو کورٹ کے ذریعے پولیس کو سنبھالا جاسکتا ہے۔ کیونکہ پولیس کورٹ کے انڈر ہوتی ہے۔ اس معاملے میں کورٹ ہمارے ساتھ اب تک تو پورا تعاون کر رہی تھی جیسے اسمگلنگ کیسز میں اگر کسی اسمگلر کو ہم نے جیل سے باہر نہیں نکھوانا تو کورٹ ہمارے کہنے پر اس اسمگلر کا کیس لٹکا دیتی تھی، دیر سے تاریخیں دیتی۔ سالوں تک کیس چلتا رہتا لیکن کچھ مہینے پہلے کورٹ کی طرف سے مزاحمت ہوئی ہے۔ انہوں نے قانون اور انصاف پر ترجیح دی ہے کورٹ نے آرڈر دیا ہے کہ ایک کیس کو ایک یا دو مہینے تک ختم کرنا ہے۔" حسیب نے گہری سانس لی اور پھر بولنا شروع کیا۔

www.urdu novelsmania.com

"میں مانتا ہوں یہ اچھی بات ہے کہ ہمارے ملک میں انصاف ہو رہا ہے لیکن یہ سب ہمارے اکثر مشنز میں رکاوٹ پیدا کر رہا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق حجرت کی ایک ٹیم بنائی گئی ہے جس نے انصاف مہم شروع کی ہے۔ اگر ہم ان کے لیڈر تک پہنچ جائیں تو یہ کام آسان ہو جائے گا۔"

"مجھے کیا کرنا ہو گا کمانڈر۔" زالان نے پوچھا۔

"تم کورٹ جاو گے ان کے لیڈر تک پہنچو گے اور ہو سکے تو پہلے اسے سمجھانا اگر وہ بات نامانے تو shoothimonside۔ کیونکہ لیڈر کے بغیر کوئی بھی تنظیم ہو ٹوٹ جاتی ہے۔ جہاں اس ملک کے لئے اتنی جانیں گئی ہیں وہاں ایک اور سہی۔" انہوں نے دھیمی لہجے میں کہا۔

"لیکن سر میں کورٹ تک کیسے پہنچوں گا۔" زالان نے سوال کیا۔

"انٹیلیجنس خود تمہیں پہنچانے کی اب تم جاسکتے ہو۔" ان کے کہنے پر زالان کھڑا ہو گیا۔

"اگر تمہارے قدم تھوڑا سا بھی ڈگمگائے تو انٹیلیجنس تمہیں مارنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگائے گی۔"

زالان نے حیرت سے انہیں دیکھا۔ اور پھر انہیں سیلیوٹ کرتے ہوئے باہر نکل گیا۔

"مجھے معاف کر دینا زالان میں تمہارا مان نہیں رکھ سکا۔" حسیب کمانڈر نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے

کہا۔

تیز چلتی ہوائے حیرت سے اسے دیکھا۔ یہ وہ کیا کہ رہا تھا لیکن قسمت نے ہوا کو خاموش کروادیا۔ ابھی

کہانی باقی تھی۔۔۔۔۔

www.urdu novels mania.com

سورج غروب ہو چکا تھا۔ اندھیرا آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا۔ سردیوں میں مارکیٹیں جلدی بند ہو جاتی

تھیں۔ اس وقت بھی تمام دکانیں بند تھیں۔ شہر میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں شہر کے ویرانے

میں گاؤں سے کچھ فاصلے پر دو آدمی اپنے چہروں کو ڈھانپنے آہستہ آہستہ اپنے قدم بڑھا رہے تھے۔

ان دونوں کے کندھوں پر سفری بیگ تھے۔ تھوڑی دیر یونہی چلنے کے بعد وہ رک کر آپس میں کچھ

باتیں کرنے لگے۔ باتیں کر کے وہ دونوں مخالف سمتوں میں چلنے لگے۔ ان میں سے ایک آدمی گاؤں

کی کچی پگڈنڈی پر چلنے لگا۔ کچھ ہی دیر بعد فائرنگ کی آواز آئی۔ اور ایک نقاب پوش سیاہ جپے میں اس آدمی کے سامنے آکھڑا ہوا۔

"کون ہو تم۔" اس آدمی نے غرا کر کہا۔

"تمہاری موت اسکندر۔" نقاب پوش نے اس آدمی سے کہا۔

"میرا نام کیسے جانتے ہو؟" اس آدمی نے گھبراتے ہوئے کہا۔

"باتیں بہت ہو چکیں اب کام کی طرف آتے ہیں۔" اس نقاب پوش نے اپنی پسٹل اس آدمی کے ماتھے پر رکھ دی۔

"کیسا کام کیا چاہتے ہو مجھ سے؟" شدید گھبراہٹ کے مارے اس آدمی کو اتنی ٹھنڈی بھی پسینے آ رہے تھے۔

"تم اکیلے کیوں ہو اسکندر؟ تمہارے باقی ساتھی کہاں ہیں؟" نقاب پوش نے اپنا ہاتھ اس آدمی کی گردن پر رکھا۔

اچانک فائرنگ کی آواز آئی۔ نقاب پوش فوراً پیچھے ہوا۔ اس نے ادھر ادھر تو کوئی نظر نہ آیا نہ ہی دوبارہ فائرنگ کی آواز آئی اس نے نیچے دیکھا تو اس آدمی کے سر سے بہت سا خون بہہ رہا تھا گولی اس کے سر میں لگی تھی اس کا نقاب اتر چکا تھا، اس آدمی کا چہرہ دیکھ کر نقاب پوش شذر رہ گیا۔۔۔

وہ اسکندر نہیں تھا۔ اتنے میں اسے کچھ قدموں کی آواز سنائی دی۔ کچھ لوگ اس کے پاس آ رہے تھے۔ اندھیرے کی وجہ سے ان کے چہرے واضح نہیں تھے۔ اس کے قریب آ کر ان لوگوں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ نقاب پوش کی نظر ان کے کپڑوں پر پڑی وہ سب پولیس وردی میں تھے۔

"ہینڈ زاپ یو آر انڈر اریسٹ۔" پولیس انسپکٹر نے گن اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ اس نے اپنی گن نیچے پھینکی اور ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر اسے ہتھکڑی لگا دی۔

"اس کا نقاب اتارو اور گاڑی لے کر آؤ ہم اسے تھانے لے کر جا رہے ہیں۔" انسپکٹر کے کہنے پر ایک سپاہی نے آگے آ کر نقاب پوش کا نقاب اتارا۔

سیاہ آسمان پر روشن چاند، وہ جھاڑیاں، وہ مٹی، گاؤں کی کچی پگڈنڈی، سب گواہ تھے کہ وہ نقاب پوش زالاں تھا۔ ہاں وہ زالاں حیدر ہی تھا۔ جب وہ جیتنے کا سوچ رہا تھا قسمت نے اسے ہرا دیا تھا۔ پولیس اسے لے کر گاڑیوں کی طرف بڑھ گئی۔

جھاڑیوں میں چھپے اس آدمی نے اپنا فون کان سے لگایا۔

"ہم کامیاب رہے کمانڈر۔" اس نے آہستہ آواز میں کہا اور فون رکھ دیا۔

"ارسا آپ یہ دیکھیں۔" وہ سونے کے لئے اپنے کمرے میں جا رہی تھی جب لاونج سے گزرتے ہوئے عبداللہ نے اسے بلایا۔ ارسا کے علاوہ سب رات کو دیر سے سوتے تھے۔ ابھی بھی سب لاونج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

"ہاں بولو۔" اس نے صوفے کے پیچھے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ دیکھیں آج رات گیارہ بجے کے قریب پولیس نے قریبی گاؤں میں ایک لڑکے کو قتل کرتے ہوئے پکڑ لیا۔" عبداللہ نے موبائل اس کے سامنے کیا جس میں نیوز اینکر پوری تفصیلات بتا رہا تھا۔ وہ موبائل کو پکڑتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"عبداللہ۔" اس نے ویڈیو دیکھنے کے بعد عبداللہ کو آواز دی۔
"جی آپنی۔" عبداللہ نے کہا۔

"باہر گارڈ کے پاس جاو اس سے کہو اپنی رائفل دے۔" اس کی بات پر سب اس کی طرف متوجہ ہوئے جب کہ وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ کچھ دیر بعد وہ کمرے سے باہر آئی تو اس کے ہاتھ میں کالے رنگ کی پسٹل تھی۔ پسٹل کو ٹیبل پر رکھ کر وہ صوفے پر بیٹھ گئی اتنی دیر تک عبداللہ رائفل بھی لے آیا۔

"رائفل میں سے ایک گولی (bullet) نکالو۔" اس نے پسٹل میں سے گولی نکالتے ہوئے کہا۔ سب اس کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔
"زینب اس تصویر کو زوم کرو۔" زینب نے تصویر کو زوم کیا جس میں اس آدمی کے سر میں گولی لگی تھی۔

"یہ دیکھو۔" اس نے پسٹل کی گولی سامنے کی۔

"ایک پسٹل کی گولی چوڑی ہوتی ہے جبکہ رائفل کی گولی لمبی اور نوکدار ہوتی ہے اب اس آدمی کے سر کو دیکھو۔" اس نے تصویر کی طرف اشارہ کیا۔

"اس آدمی کے سر میں پتلی اور نوکدار گولی لگی ہے۔ جبکہ اس لڑکے کے پاس پستل تھی اور میں نے بتایا کہ پستل کی بلیٹ چوڑی اور بنا نوک کے ہوتی ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"مطلب کہ قتل اس لڑکے نے نہیں کیا۔" زینب نے حیران کن لہجے میں کہا۔

"بالکل۔ اس لڑکے کو پھسانے والے یا تو بہت بے وقوف ہیں یا پھر چالاک۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اگر وہ بے وقوف ہیں تو پھر اس بات کا دھیان انہوں نے غلطی سے نہیں رکھا لیکن اگر وہ چالاک ہیں تو انہوں نے یہ جان بوجھ کر کیا وہ اس لڑکے کو مارنا نہیں چاہتے۔" اس نے سوچتے ہوئے کہا اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"ارسا آپی یہ مرڈر کیس ہے مطلب یہ کیس سیشن کورٹ میں آئے گا۔" عبداللہ نے بات کو سمجھتے ہوئے کہا۔

"آئی ویش کہ یہ کیس میرے پاس آئے۔" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ یہ ایزی کیس ہے۔" زینب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں کیونکہ شاید کوئی اور جج اس بات پر غور نہ کرے اور ثبوتوں کو دیکھتے ہوئے لڑکے کو پھانسی پر چڑھا دے۔" اس نے کہا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ دروازے سے جھانکتا چاند مسکرایا تھا۔

اس کی ذہانت پر یا کسی اور بات پر۔۔۔۔۔ کون جانے!!

:-

صبح حسب معمول اس کی آنکھ آٹھ بجے کھل گئی۔ فریش ہو کر وہ ڈائینگ ٹیبل پر آئی تو ناشتہ لگ چکا تھا۔ زینب اور عبداللہ کسی بات پر لڑ رہے تھے۔ عائشہ کچن میں تھیں ہاشم اخبار پڑھ رہے تھے جبکہ ہادیہ ابھی سو رہی تھی۔ اس نے خاموشی سے ناشتہ کیا۔ ناشتہ کر کے برقع پہن کر نقاب لگایا اور باہر آ گئی۔ سب کو سلام کر کے وہ کارپورچ میں کھڑی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ اس کی گاڑی کے گیٹ سے نکلنے ہی ایک پولیس موبائل اس کی گاڑی کے پیچھے چلنے لگی۔ ایک اور صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔ ایک اور رات گزر چکی تھی، ایک اور دن گزرنے والا تھا لیکن کیا یہ دن خوشگوار تھا؟

گاڑی کورٹ کے کارپورچ میں رکی۔ وہ گاڑی سے اتری اور اپنے قدم اندر کی جانب بڑھا دیئے۔ دو گارڈ اس کے پیچھے چلنے لگے۔ دراز قد، نقاب سے جھانکتیں بڑی بڑی آنکھیں ہمیشہ کی طرح بے تاثر، سیاہ برقع کے اوپر سیاہ ہی جاگرز کو چھو تا لانگ کوٹ پہنے ہمیشہ کی طرح مغرور چال چلتے ہوئے وہ اپنی آفس کا دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔

بینڈ بیگ کو ٹیبل پر رکھا، کوٹ اتار کر رائنگ چیئر پر لٹکایا۔ ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ ایک آدمی اندر آیا۔ اس نے ایک فائل اس کے سامنے رکھی۔

"کل رات قریبی گاؤں میں ایک آدمی کا قتل ہوا، قاتل موقع پر ہی پکڑا گیا، مقتول کا کوئی وارث نہیں ہے۔ قاتل اعتراف جرم کرنے سے انکاری ہے۔ باقی معلومات اس فائل میں ہیں یہ کیس آپ سنبھالیں گی۔" اس آدمی نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں کیس پڑھ لوں گی آپ ان کو اگلے ہفتے کی تاریخ دے دیں۔" اس نے دھیے لہجے میں کہا۔

اس آدمی نے اثبات میں سر ہلایا اور باہر چلا گیا۔ جبکہ وہ فائل پر جھک گئی۔ نقاب سے جھانکتی آنکھوں میں سنجیدگی تھی جس میں سردین کی آمیزش نظر آرہی تھی۔۔۔۔۔

:-

"ہادیہ ہادیہ۔" ارسا اسے بلند آواز میں پکارتی ہوئی اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔

"ہاں بولو کیا ہوا؟" ہادیہ نے بیڈ پر بیٹھ کر موبائل یوز کرتے ہوئے کہا۔

"وہ مجھے گاڑی میں یاد آیا کل تم دوپہر کو مجھ سے کیا کہنے والی تھی؟" ارسا نے اس کے پاس بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کی بات پر ہادیہ نے اس کا جائزہ لیا۔ برقع اس کا روپ پہنے، جاگرز کے تسمے کھلے ہوئے شاید وہ سیدھا اسی کے پاس آئی تھی۔

"کیا؟" ارسا نے اسے خود کو دیکھتا پا کر پوچھا۔

"کچھ نہیں میں بس یہ کہہ رہی تھی کہ اپنا خیال رکھا کرو۔" ہادیہ نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"یمنس!!!!!!" ارسا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"اصل میں مجھے تم سے ڈر لگتا ہے۔ تم جج بننا چاہتی تھیں وہ تم بن گئیں لیکن جو تم کہتی ہو کہ۔۔۔۔۔"

ہادیہ نے بات ادھوری چھوڑی۔ ارسا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا پھر اسے کچھ یاد آیا۔

"(ہادیہ تم بڑی ہو کر کیا بنو گی؟" چھوٹی سی ارسا نے اس سے اچانک پوچھا۔

"میں کچھ بھی بن جاؤں گی جو اللہ نے بنایا۔ میں تمہاری طرح خواب نہیں دیکھتی۔" ہادیہ نے اسے

چڑاتے ہوئے کہا۔

"میں خواب نہیں دیکھتی تم دیکھنا میں انشاء اللہ ایک دن ایک کامیاب اور انصاف پسند جج بنوں گی اور پھر دو تین سال بعد قاتلانہ حملے میں مرجاؤں گی۔" ارسا نے جوش سے کہا۔

"تمہیں بڑا پتا ہے کہ قاتلانہ حملے میں ہی مروگی۔" ہادیہ نے برہم لہجے میں کہا وہ ہمیشہ ارسا کی ان باتوں سے چڑجاتی تھی۔

"مجھی پتا نہیں ہے لیکن بعض دفعہ ہماری قسمت دعا سے بدل جاتی ہے۔" ارسا نے سمجھداری سے کہا۔

"تو کیا تم اپنے مرنے کی دعائیں کرتی ہو؟ تمہیں پتا ہے ناکہ مرنے کی دعا نہیں مانگنی چاہیے۔" ہادیہ نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"میں موت نہیں مانگتی۔ میں بس اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ جب بھی موت آئے تو اللہ کی راہ میں انصاف کرتے ہوئے اور ایسے آئے۔ یہ بس میری خواہش ہے۔" ارسا نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"تم بہت عجیب ہو ارسا، لوگ سکون سے، بنا تکلیف کے مرنا چاہتے ہیں اور ایک تم ہو کہ قاتلانہ حملے میں مرنا چاہتی ہو۔ تمہیں اندازہ ہے کہ کتنی تکلیف ہوتی ہے گولی لگنے سے۔" ہادیہ نے کہا۔

"جی میں نے کب کہا کہ تکلیف ہو۔ میں نے سنا ہے اگر گولی دل میں لگے تو انسان فوراً مر جاتا ہے تکلیف نہیں ہوتی تو مجھے بھی اگر۔۔۔۔۔" اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ہادیہ جو تاٹھا کر اس کے پیچھے بھاگنے لگی اس نے بھی فوراً ہاشم کی طرف دوڑ لگا دی۔

وہ خیالوں سے باہر آئی۔

"میری یہ خواہش زور پکڑتی جا رہی ہے۔" ارسا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ویسے تمہیں کب سے میری اتنی فکر ہونے لگی؟" اس نے مسکرتے ہوئے ہادیہ سے پوچھا۔

"میں نے کب کہا کہ مجھے تمہاری فکر ہے۔" ہادیہ نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"جھوٹی تھوڑی دیر پہلے جو کہا تھا۔"

باہر چلتی ٹھنڈی ہوا مسکرائی تھی۔ قسمت کا طنزیہ قبضہ گونجتا جانے کیوں؟

:-

صبح کا سماں تھا۔ سورج نکل چکا تھا۔ لوگوں کی گہما گہمی شروع ہو چکی تھی۔ لاہور کی سیشن کورٹ کے اندر جاو تو وہاں کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ ہلکی ہلکی سرگوشیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ آج ایک ہفتے بعد زالان کی پہلی پیشی تھی۔ جج کی کرسی کے پیچھے موجود دروازے سے ارسا کے آتے ہی سب کھڑے ہو گئے۔ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے سائیڈ میں بیٹھے ریڈر سے کیس ریڈ کرنے کا کہا

www.urdu novelsmania.com

"سرکار بنام زالان حیدر 2020 session court 191: caseno۔" ریڈر نے با آواز کا

"ملزم زالان حیدر حاضر ہوو۔" دروازے پر کھڑے ایک آدمی نے بلند آواز سے کہا۔

اور وہ اندر داخل ہوا۔ سفید شرٹ پہنے جس پر خون کے دھبے لگے تھے سیاہ پینٹ کی نیچے سیاہ ہی جاگرز جھوٹی چھوٹی آنکھوں کے قریب زخم نچلا ہونٹ سوجا ہوا، وہ بمشکل چلتا ہوا کٹھرے میں کھڑا ہوا۔ ارسا

نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر سامنے دیکھنے لگی۔ اس کے پیچھے چلتے پولیس گارڈ نے ارسا کو سیلیوٹ کیا اور زالاں کے برابر میں کھڑا ہو گیا۔

"Your owner a set of documents is ready which were ready to supply the achieve person"

ایک آدمی نے کہا اور ریڈر کی طرف کچھ کاغذات بڑھائے۔ ریڈر نے ان کاغذات پر ایک نظر ڈالی پھر ان پر اپنی سائن کی اور کٹھرے میں کھڑے زالاں کی طرف بڑھائے۔

"یہاں پر سائن کرو۔" ریڈر نے ایک جگہ پر انگلی رکھتے ہوئے کہا اور اس کی طرف پین بڑھائی زالاں نے پین پکڑی اور سنجیدہ چہرے کے ساتھ سائن کیئے۔ ریڈر نے سائن والا کاغذ اٹھا کر ارسا کو دیا۔ ارسا نے ایک نظر کاغذ پر ڈالی۔

"زالاں حیدر آپ کو کچھ کاغذات دیئے جارہے ہیں جن میں FIR کی کاپی، گواہوں کے بیانات ہیں۔ ان کو غور سے پڑھیے گا کیونکہ ان کی ہی بنا پر آپ سے سوالات ہونگے اگلی تاریخ پر۔ لہذا آپ اپنے وکیل کے ساتھ آئیے گا۔ اور کیا آپ وکیل رکھنے کی استطاعت رکھتے ہیں؟" ارسا نے زالاں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جواب میں زالاں خاموش رہا۔

"نہیں تو آپ عدالت کو بتائیے وہ آپ کو وکیل فراہم کر دے گی۔ free of cost۔" ارسا نے کہا۔

"میں وکیل کر لوں گا۔" تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد زالاں نے کہا۔ ارسا کو اس کی ذہنی حالت پر شک ہوا تھا۔

"سپ پر سائن کر کے اسے دوبارہ پولیس کسٹڈی میں بھیج دیں۔" وہ ریڈر سے مخاطب ہوئی۔
 "کیس ڈائری لکھیں۔" اس نے ریڈر سے کہا اور کیس ڈائری لکھوائی۔ کیس ڈائری لکھوا کر اس نے
 گہری سانس لی۔

"زالان حیدر آپ کو اگلے ہفتے کی بایس تاریخ دی جاتی ہے۔" ریڈر نے کہا۔ زالان نے حیرت سے
 سر اٹھایا۔ جسے ارسا نے بغور دیکھا۔

"اگلی تاریخ کو اپنے وکیل کے ہمراہ آئیے گا۔"

ارسانے کہا اور کرسی سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔ زالان بھی کٹھرے سے اتر کر پولیس کے ہمراہ باہر نکل
 گیا۔ کورٹ میں موجود کھڑکی سے جھانکتے سورج نے گہری سانس لی اسے ابھی ایسے بہت سے منظر
 دیکھنے تھے۔۔۔۔۔

urdu
novels mania
www.urdu novels mania.com

رات کو ارسا لیپ ٹاپ لے کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اور انگلیاں پر جوش انداز میں
 حرکت کر رہی تھیں۔ پنک شرٹ، سفید ٹراؤزر میں ملبوس اس لڑکی کو دیکھنے کے لئے چاند بھی کھڑکی
 سے جھانک رہا تھا اور لیپ ٹاپ پر لکھے ان لفظوں کو پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔
 "جانتے ہو عشق کیا ہے؟ کسے کہتے ہیں عشق؟

کہتے ہیں لفظ عشق میں بہت طاقت ہے۔ لوگوں کی نظر میں عشق وہ ہے جو کسی ڈرامے یا ناول کے ہیرو ہیروئن کو ٹکروں کے بعد ہوتا ہے۔ بہت ہی عجیب سوچ ہے نا۔ لیکن میں بتاؤں عشق کیا ہے؟ کیا ہے لفظ عشق میں؟

عشق وہ راز ہے جو کبھی نہ کھل سکا۔ اس راز کو افشاں کرنے کے لئے لوگ اپنی جانوں کی بازی لگا بیٹھے۔ لیکن یہ راز نہیں کھلا۔ کیونکہ ہماری نظر میں راز تب کھلتے ہیں جب کوئی اس راز کو تلاش کرنے کے بعد اسے لکھ کر بتا دے تو پھر عشق کا راز کیسے کھلتا؟ کیونکہ عشق کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ عشق کو لکھا یا پڑھا نہیں جاسکتا اسے محسوس کیا جاتا ہے۔ جو عشق کے راز کی تلاش میں نکلے انہیں یہ راز مل گیا۔ لیکن وہ کسی کو بتا نہیں سکے۔ کیونکہ عشق کے راز کو خود تلاش کرنا ہوتا ہے۔

عشق وہ ہے جو اللہ نے اپنے رسول ﷺ سے کیا۔ غار میں مکڑی سے جالا بنوا کر جان بچائی۔ اسے عشق ہی تو کہتے ہیں۔

"جنون عشق سے تو خدا بھی نہ بچ سکا اقبال

تعریف حسن یار میں سارا قرآن لکھ دیا۔"

www.urdu novels mania.com

عشق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا میں ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والا ہوں۔ میں القہار ہوں لیکن میں الغفار بھی ہوں۔ اور وہ اپنے بندوں سے اس قدر محبت کرتا ہے کہ اسے یقین ہے کہ میرے بندے ایک نہ ایک دن میری طرف لوٹ آئیں گے۔

عشق وہ ہے جو آپ ﷺ نے اپنی امت سے کیا۔ عزرائیل سے پوچھا۔ میری امت کو مرتے ہوئے تکلیف ہوگی؟ ہاں کے جواب پر رو پڑے۔ اپنی امت کے لئے جہنم کا ایک حصہ تیار دیکھ کر

غش کھا کر گر پڑے اور کسی دن تک روتے رہے۔ دوسری قوموں پر آئے ہوئے عذاب کا سن کر دعا کی کہ اے اللہ میری قوم پر عذاب نہ بھیجنا۔ یہ ہے عشق۔

لیکن لوگوں نے لفظ عشق کا مفہوم سمجھنے کے بجائے اس کا مطلب ہی بدل دیا۔ اپنی تھوڑی سی پسندیدگی کو عشق کا نام دے دیا۔

"نہ مل سکا کسی کو راز عشق تو

میری دنیا کے لوگوں نے مفہوم عشق بدل دیا"

ورنہ کہتے ہیں عشق ایک سیلاب کی طرح ہے جو سب بہا لے جاتا ہے۔ یہ پھٹنے والا آتش فشاں ہے۔

عشق یہ ہے کہ آگے کنواں اور پیچھے کھائی ہو اور ہم کہیں اللہ تعالیٰ راستہ بنائیں گے۔ لوگ اسے یقین

کہتے ہیں میں اسے عشق کہتی ہوں۔ کیونکہ عشق یقین مانگتا ہے۔ یقین عشق کی پہلی سیڑھی ہے۔ اور

یقین سننے سے حاصل ہوتا ہے۔ یعنی سنو اور یقین کرو۔ اللہ سے عشق تلاوت قرآن سے ہوتا ہے۔

ہم اللہ کی باتیں سنیں گے سننے سے یقین پیدا ہوگا۔ اور پھر ہمیں رب سے عشق محسوس ہوگا۔ ہمارے

سینے میں دھڑکتا دل گواہی دیتا ہے عشق کی۔۔۔۔۔

www.urdu novels mania

تیز تیز حرکت کرتی انگلیاں تھمی تھیں۔ اسے اپنے گال پر کچھ محسوس ہوا تھا۔ سامنے کا منظر دھندلا ہو چکا

تھا۔ اس نے آہستہ سے اپنے گال پر ہاتھ رکھا تو اس کی لمبی انگلیوں پر پانی لگا تھا۔ وہ حیران ہوئی۔ بیڈ

سے اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل کے پاس کھڑے ہو کر اس نے اپنے آنسو صاف کیے۔ یہ کوئی رونے کی

بات نہیں تھی لیکن شاید اس نے ان لفظوں کو محسوس کیا تھا۔ اس نے گہری سانس لی۔ اور بیڈ کی

طرف جا کر لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔ اور سونے کے لیے لیٹ گئی۔۔۔

وقت اپنی روانی سے چلتا رہا
میں تنہا تنہا ہی چلتا رہا
کبھی ہنستا تھا اپنے مقدر پر میں
کبھی اندر ہی اندر میں جلتا رہا۔۔

رات کا اندھیرا غائب ہو چکا تھا۔ آسمان پر ہلکی ہلکی نیلی روشنی چھا رہی تھی۔ جو کہ سلاخوں کے پیچھے
روشن دان سے جھانکتی ہوئی سیدھا فرش سے ٹکرا رہی تھی۔ ٹھنڈے فرش پر پاؤں رکھے دیوار سے
ٹیک لگائے اکڑوں بیٹھا وہ زالاں حیدر تھا۔ اگر کوئی اسے دیکھ لیتا تو پہچاننے سے انکار کر دیتا۔ سفید
نثرٹ پر خون کے دھبے اب جگہ جگہ نظر آرہے تھے۔ سوچے ہوئے ہونٹ آنکھ کے قریب زخم
لئے، سردی کی شدت سے سفید رنگت سرخ ہو رہی تھی۔ چھوٹی چھوٹی آنکھیں درد بیان کر رہی تھیں
۔ لوہے کی ان سلاخوں کو دیکھتے ہوئے وہ کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ لوہے کا دروازہ کھلنے پر اور کسی
آدمی کے بولنے کی آواز پر اس نے دروازے کی جانب دیکھا۔

"چلو تم سے کوئی ملنے آیا ہے۔" ایک پولیس کا انسٹیبل نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

وہ آہستہ سے اٹھا اور اپنے قدم باہر کی جانب بڑھا دیئے۔ پولیس کا انسٹیبل اسے ایک کمرے میں لے
گیا اور ٹیبل کے پاس بیٹھا دیا۔ تھوڑی دیر بعد قدموں کی آواز آئی اور کوئی اس کے سامنے والی کرسی پر
بیٹھ گیا۔

"کیسے ہو؟" آنے والے نے پوچھا۔

زالان نے سر اٹھا کر اسے دیکھا وہ ہادی تھا اس کا دوست اس کا بھائی اس کا سب کچھ۔ زالان نے کچھ لمحے اسے دیکھا اور پھر سر جھکا دیا۔

زالان جواب دینے کے بجائے سر جھکا کر ہونٹ کا ٹٹے لگا۔ خود پر ضبط کرنے کی وجہ سے اس کی سفید رنگت سرخ ہو رہی تھی۔ اور مردوں کے پاس جب کوئی اپنا آجائے اور وہ اسے سنا نا چاہیں اپنا درد، وہ اذیت جس سے وہ گزر رہے ہوں لیکن وہ سنا نہ سکیں اس ڈر سے کہ اپنی کہانی سناتے ہوئے وہ رونے پڑیں۔ یہ لمحے بہت مشکل ہوتے ہیں۔ اور زالان انہی لمحوں سے گزر رہا تھا۔۔۔

"کیا میں اس سب کا مستحق تھا ہادی؟ میں نے اپنی پوری زندگی اپنے انتقام اور انٹیلیجنس کے لئے وقف کر دی اور اب جب میں اپنا انتقام لینے جا رہا تھا حبیب کمانڈر نے مجھے اس مشن پر بھیج دیا جس میں مجھے جیل کی اذیتیں بھیلنی ہیں۔ ہادی میں نے منع تو نہیں کیا تھا نا کمانڈر کو اس مشن سے، بس میں اپنا انتقام لے لیتا پھر وہ مجھے جیل بھیج دیتے اس مشن کے لیے۔ وہ کر سکتے تھے نا اس طرح۔" زالان نے آنکھیں اٹھا کر ہادی کو دیکھا۔

ہادی نے گہری سانس لی۔
www.urdu novels mania.com

"دیکھو زالان! تمہیں مضبوط ہونا ہوگا۔ حبیب کمانڈر کو لگا کہ اس سے تمہارا مشن آسان ہوگا ایک ملزم بن کر تم آسانی سے کورٹ جاسکتے ہو۔ اور رہی بات اسکندر کی تو وہ زندہ ہماری زیادہ مدد کر سکتا ہے اس کی مدد سے اسمگلنگ کے دوسرے لیکنز کو پکڑا جاسکتا ہے۔ زالان دیکھو جو ہو گیا سو ہو گیا اب اپنے مشن پر دھیان دو۔ ٹھیک ہے۔" ہادی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اب بتاؤ کیسے ہو۔" ہادی نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

"میرے کیس کی جج کا نام کیا ہے۔" زالان نے ہادی کے سوال کو نظر انداز کیا۔

ہادی نے گہری سانس لی وہ جانتا تھا وہ سودفہ بھی پوچھ لے کہ وہ کیسا ہے زالان اسے جواب نہیں دے گا۔

"ارسا۔۔ ارسا ہاشم۔" زالان نے حیرت سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"زالان اگر آپ کو زندگی میں کبھی اپنی شناخت بدلنے کا موقع ملے تو آپ اپنا نام کیا رکھیں گے؟" اس کے کانوں میں آواز گونجی۔

"اگر مجھے اپنا نام بدلنے کا موقع ملا تب بھی میں اپنا نام زالان ہی رکھوں گا" زالان نے جواب دیا۔

"اچھا!!!!!!۔۔۔۔۔ لیکن اگر مجھے اپنا نام بدلنے کا موقع ملا تو میں اپنا نام ارسا رکھوں گی۔ ارسا کتنا اچھا نام ہے نا)"

"ایک کام کرو گے ہادی؟" زالان نے اپنی سوچوں کو جھٹکتے ہوئی کہا۔

"مجھے میری کیس جج کے بارے میں معلومات چاہیئے۔ جو کہ تم مجھے لا کر دو گے۔" اس نے ہادی کے جواب دینے کا انتظار کئے بغیر کہا۔ اور ہادی اسے گھور کر رہ گیا۔

"ٹھیک ہے لا دوں گا لیکن تم کیا کرو گے ارسا ہاشم کے بارے میں جان کر؟" ہادی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"مجھے لگا تھا کہ میرا کیس شروع ہونے میں ہی دو تین مہینے لگ جائیں گے۔ لیکن مجھے صرف دو دن کے بعد مطلب صبح کی تاریخ دی گئی ہے۔ مطلب صاف ہے کہ سیشن جج ارسا ہاشم بھی اس ٹیم کا حصہ ہے۔" iamimpressed اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ہاں وہ تو تمہارے چہرے سے لگ رہا ہے iamimpressed۔" ہادی نے اس کی نقل
تیار کرتے ہوئے کہا۔

"ہادی میں نے جو کام دیا ہے وہ کرو۔" زالان نے دھیمی لہجے میں کہا۔
 "سیدھا کیوں نہیں کہتے کہ دفع ہو جاؤ۔" ہادی کے کہنے پر زالان نے اسے گھور کر دیکھا
 "جار ہا ہوں۔" ہادی نے سر جھٹک کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔
 "اور سنو اپنا حلیہ درست کر لینا۔ کہیں آپ جناب کی جج آپ کو دیکھ کر ڈر ہی نہ جائے۔" ہادی نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہادی تم پٹو گے میرے ہاتھوں سے۔" زالان نے غصے سے کہا۔

"اچھا ابھی جا رہا ہوں۔" ہادی نے ہنستے ہوئے کہا اور دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

"حضرت کہتے ہیں کہ ان کے منہ سے کوئی بات نکلے اور میں ان کا خادم بن کر حاضر ہو جاؤں۔ یہ میرا دوست ہے کہ دشمن۔ سڑا ہوا ککڑ نہ ہو تو۔" ہادی نے اونچی آوازیں بڑھاتے ہوئے کہا۔

جبکہ پیچھے زالان کی کرسی خالی ہو چکی تھی۔۔۔

www.urdu-novels.com

”آہ۔۔۔ اللہ جی میں بھی آپ کا ہی بندہ ہوں۔“ لوہے کے دروازے سے ٹکرانے پر ہادی نے سر پکڑ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ نکلنے سے سورج نے مسکرا کر یہ منظر دیکھا۔۔۔۔۔

دنیا کی مخلوقوں سے اکتا گیا ہوں یا رب
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی سمجھ گیا ہو

شورش سے بھاگتا ہوں دل ڈھونڈتا ہے میرا

ایسا سکوت یارب جس پر تقریر بھی فدا ہو

"کون ہو تم؟"

"مسافر ہوں۔"

"کہاں سے آئی ہو کہاں جانا ہے؟"

"جہاں سے آئی ہوں وہیں جانا ہے۔"

"کیا چاہتی ہو؟"

"عشق۔"

"ظالم ہے!

سہ لوں گی۔"

"فنا کر دے گا!

فنا ہو جاؤں گی۔"

"کون ہے وہ جس کے لیے سب کرنے کے لیے تیار ہو؟"

"وہ جو میری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے، وہ جو مالک ہے زمین و آسمان کا مالک ہے، جس کے قبضے

میں میری جان ہے، جو رب ہے میرا اور تمہارا۔"

"اللہ سے عشق کیسے کرو گی؟"

"کر لوں گی۔"

"نہ کر پائی تو؟"

"تو۔۔۔۔۔ اسے اپنا عاشق بنالوں گی۔"

"مشکل ہے!"

"ناممکن تو نہیں ہے نا۔"

"اسے اپنا عاشق کیسے بناو گی؟"

"۔۔۔۔۔ اس کے بندوں سے عشق کر کے"

اور ایک دم تیز روشنی پھوٹی تھی اس کی آنکھیں چندھیا گئیں تھیں۔

"Allah lovethosewholovehumanbeings"۔۔۔

اس کے کانوں میں ایک آواز گونجی تھی۔ وہ گرڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ کمرے میں صرف لیمپ کی روشنی جل رہی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا تو سائیڈ ٹیبل پر جگ میں پانی پڑا تھا۔ اس نے پانی گلاس میں ڈالا اور غٹا غٹ پی گئی۔ پھر بیڈ سے اٹھ کر واشروم کی جانب بڑھی۔ منہ ہاتھ دھو کر باہر آئی۔ وہ جانتی تھی اب اسے نیند نہیں آنے گی جبکہ ایک وقت ہوتا تھا کہ سب کہتے تھے اس کا بس چلے تو اب سوتے اور قیامت والے دن اٹھے۔ اس نے مسکراتے ہوئے سوچا اور کمرے کی لائٹ آن کی۔ دائیں طرف دیوار پر لگے کبڈ کو کھولا وہاں سے کچھ پینٹنگ کلرزنکا لے اور سٹڈی ٹیبل پر بیٹھ گئی۔ کالے دل والے شوپس کی سائیڈ پر ایک اور پینٹنگ کا اضافہ ہونے جارہا تھا۔۔۔۔۔

ہو جو فیصلہ وہ سنائیے اسے حشر پر نہ اٹھائیے

جو کریں گے آپ ستم وہاں وہ ابھی سہی وہ یہیں سہی ۔۔

آسمان پر نیلی روشنی پھیل رہی تھی۔ جنوری کے مہینے میں ہوا میں نمی بڑھ جاتی تھی۔ کالی سڑکوں پر شبنم کے قطرے چمک رہے تھے۔ آس پاس کھڑے درختوں کے پتوں پر بھی شبنم کے قطرے چمک رہے تھے۔ کمرے کی بالکنی میں کھڑی قدرت کے حسین مناظر کی دیوانی اس لڑکی نے اس منظر کو اپنے کمرے میں محفوظ کیا تھا۔ جب سورج نکل آیا تو کچھ پولیس کا نسٹیل زالان کو جیل سے باہر لائے اور سڑک پر کھڑی پولیس موبائل میں بٹھا دیا۔ کورٹ پہنچ کر انہوں نے زالان کو موبائل سے اتارا اور اندر کی طرف بڑھ گئے۔ کورٹ روم کے باہر پہنچ کر زالان کو ہتھکڑیوں سے آزاد کیا اور اندر سے آواز آنے پر زالان کو اندر لے جا کر اسے کمرے میں کھڑا کر دیا۔ آنکھ کے قریب زخم اور بگڑ گیا تھا شاید اسے دوبارہ مارا گیا تھا۔ البتہ اس کا حلیہ پہلے سے بہتر تھا۔ گرین شرٹ پر خاکی پینٹ اور خاکی جاگرز پہنے، نظریں جھکی تھیں اور چہرے پر چھائی سنجیدگی کو ارسا نے اسے غور سے دیکھا۔

"You owner I am representing the accused person and I am filling vakalatnama on behalf of the accused Zalan Haider"

زالان کے وکیل کی آواز گونجی۔

"وکالت نامہ ریلیز کریں۔" ارسا کے کہنے پر اس کی طرف وکالت نامہ بڑھایا گیا جس پر اس نے سائن کیے۔

"زالان حیدر میں بحیثیت ایک بچ آپ سے پوچھتی ہوں کہ 16 تاریخ کو رات کے :35 12 بجے قریبی گاؤں کی داخلی راستے پر آپ کو قتل کرتے ہوئے عین موقع پر گرفتار کیا گیا۔ کیا آپ اعتراف جرم کرتے ہیں؟" ارسا نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

زالان نے جھکے ہوئے سر کو اٹھایا اور ارسا کی جانب دیکھا۔ وہ وہ الفاظ کہنے جا رہا تھا جن سے اس کی زندگی اور موت کا فیصلہ ہونا تھا۔ اس کا دل پیچھتے ہوئے کہ رہا تھا کہ وہ ہاں کہ دے وہ قبول کر لے اس جرم کو جو اس نے نہیں کیا۔ انصاف کی کرسی پر بیٹھی ارسا ہاشم خود کو ذہنی طور پر تیار کر رہی تھی۔ مقابل کے ایک لفظی جواب پر وہ اس کی زندگی اور موت کا فرمان جاری کرنی والی تھی۔ بے شک زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن اس وقت وہ کسی کی زندگی اور موت کا ذریعہ بننے جا رہی تھی۔ تجسس کے اس لمحے کو زالان کی خاموشی مزید بڑھا رہی تھی۔

کیا وہ ہاں کہنے والا تھا؟ ہوا نے قسمت سے پوچھا تھا۔ لیکن قسمت نے ہوا کو خاموش کروادیا۔ وہ خودیہ منظر دیکھنا چاہتی تھی جہاں زالان زندگی یا موت کو چننے جا رہا تھا۔

www.urdu novelsmania.com

"زالان حیدر میں بحیثیت ایک بچ آپ سے پوچھتی ہوں کہ سولہ تاریخ کو رات کے بارہ بج کر پینتیس منٹ پر قریبی گاؤں کے داخلی راستے پر آپ کو قتل کرتے ہوئے عین موقع پر گرفتار کیا گیا۔ کیا آپ اعتراف جرم کرتے ہیں؟" ارسا نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

زالان نے جھکے ہوئے سر کو اٹھایا اور ارسا کی جانب دیکھا۔ وہ وہ الفاظ کہنے جا رہا تھا جن سے اس کی زندگی اور موت کا فیصلہ ہونا تھا۔ اس کا دل چیختے ہوئے کہہ رہا تھا کہ وہ ہاں کہہ دے وہ قبول کر لے اس جرم کو جو اس نے نہیں کیا۔ انصاف کی کرسی پر بیٹھی ارسا ہاشم خود کو ذہنی طور پر تیار کر رہی تھی۔ مقابل کے ایک لفظی جواب پر وہ اس کی زندگی اور موت کا فرمان جاری کرنی والی تھی۔ بے شک زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن اس وقت وہ کسی کی زندگی اور موت کا ذریعہ بننے جا رہی تھی۔ تجسس کے اس لمحے کو زالان کی خاموشی مزید بڑھا رہی تھی۔

کیا وہ ہاں کہنے والا تھا؟ ہوانے قسمت سے پوچھا تھا۔ لیکن قسمت نے ہوا کو خاموش کر دیا۔ وہ خود یہ منظر دیکھنا چاہتی تھی جہاں زالان کی زندگی یا موت کو چننے جا رہا تھا۔

"نہیں۔" کمرہ عدالت میں زالان کی آواز گونجی۔ ارسا نے گہری سانس لی۔ سب کی رکی سانسیں بحال ہوئیں۔ ہوا اور قسمت دونوں مسکرائیں۔ اس نے زندگی کو چنا تھا اپنے لیے نہیں اپنے ملک کے لیے۔

"Soyoudontfeelguiltyandattendtrial."

ارسا نے اونچی آواز میں کہا۔ جبکہ ریڈر نے ایک کاغذ زالان کی طرف بڑھایا۔ جس پر اس نے سائن کئے۔

23(1) "سندھ کے آرم ایکٹ کے مطابق آپ پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ وکیل صاحب آپ اپنے گواہوں کے بیان رکارڈ کروائیں اور ریڈر صاحب آپ اگلی تاریخ دے دیں۔" اس نے مصروف لہجے میں کہا۔

"آپ کو اگلے ہفتے کی 25 تاریخ دی جاتی ہے۔" ریڈر کے کہنے پر زالان نے ایک نظر اسے دیکھا پھر اپنی نگاہوں کا رخ ارسا کی طرف کیا۔ نجانے کیوں اسے یہ لڑکی جانی پہچانی لگتی تھی۔ جیسے وہ کبھی اس سے ملا ہو۔۔۔۔۔

"عدالت درخواست ہوئی۔" ارسا نے ریڈر سے کچھ کہنے کے بعد کہا اور اٹھ کر باہر نکل گئی۔ پولیس کا انسٹیبل بھی زالان کی طرف بڑھا۔ اور اسے لے کر باہر چلا گیا۔ کمرہ عدالت خالی ہو گیا تھا کسی اور دن دوبارہ آنے والوں کے لیے۔۔۔۔۔

"چہرہ دیکھ کر نہ جان پاو گے حقیقت میری
کہیں پتھر، کہیں موتی کہیں آئینہ ہوں میں"

سیاہ اسکارف کو سیٹ کرتی، سیاہ لانگ کوٹ پہنے، لمبے لمبے قدم اٹھاتے ہوئے ارسا راہداری سے گزرتی ہوئی اپنے آفس کے اندر داخل ہو گئی۔ اس کے پیچھے ایک پولیس کا انسٹیبل اندر آیا۔
"آپ نے بلایا میم۔" انسٹیبل نے اسے سیلیوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"کیا میں نے صرف آپ کو بلایا تھا؟" ارسا نے راکنگ چیئر پر بیٹھتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔
"وہ میم۔۔۔۔۔" انسٹیبل نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے۔

"جائیں اور ملزم زالان حیدر کو لے کر آئیں۔" ارسا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔
"جی۔" انسٹیبل باہر کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ زالان کے ہمراہ اندر داخل ہوا۔

"مسٹر کانسیٹیل! ملزم کی آنکھ اور ہونٹ پر جو نشانات ہیں کیا وہ تشدد کے ہیں؟" ارسا نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ آنکھوں میں غصہ تھا۔

"میم دراصل وہ۔۔۔"

"ہاں یا نہیں۔" ارسا نے اس کی بات تیزی سے کاٹی۔

"جی۔" کانسیٹیل نے سر جھکاتے ہوئے کہا جبکہ زالاں حیرت سے ارسا کے سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔

"اور کیوں کیا گیا ہے اس پر تشدد؟" ارسا نے کانسیٹیل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ۔۔۔۔ یہ اعتراف جرم نہیں کر رہا تھا۔" کانسیٹیل نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"اگر یہی تشدد تم پر کیا جائے تو تمہاری نسلیں بھی اعتراف جرم کر لیں۔" ارسا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میری ایک بات یاد رکھنا جب تک ملزم پر قتل ثابت نہیں ہو جاتا تب تک یہ ایک بے گناہ شہری ہے۔ اسے صرف الزامات کی بنیاد پر جیل میں ڈالا گیا ہے لہذا تمہارے لئے یہی بہتر ہوگا کہ آئندہ اسے ہاتھ بھی مت لگاؤ۔" اس نے گہری سانس لی۔

"اب ملزم کو لے جاؤ اور اسے میڈیکل ٹریٹمنٹ دو۔" اس نے زالاں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی میم۔" کانسیٹیل نے زالاں کو ساتھ لیا اور باہر چلا گیا۔ ٹیبل کی طرف مڑتے ہوئے اس کی نظر

ٹیبل پر پڑے چائے کے کپ کی طرف پڑی۔ ایک لمحے کو وہ چونکی پھر آفس کا دروازہ کھول کر باہر

جھانکا۔

"سنو۔" چائے کی ٹرالی لئے اس ملازم کو راہداری سے گزرتے دیکھ کر اس نے اسے آواز دی۔

"جی میم۔" وہ ملازم مڑا۔ سفید قمیض شلوار پہنے خالص ملازموں جیسے گیٹ اپ میں وہ ہادی تھا۔

"چائے کا کپ میرے آفس میں تم نے رکھا ہے۔" ارسا نے اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"جی میم۔" ہادی نے فرمانبرداری سے کہا۔

"نئے ہو؟" ارسا نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ وہ اصل میں ملازم چھٹی پر تھا تو اس نے کہا کہ میں آپ کو چائے دے دوں۔" ہادی نے

ملازمانہ انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم جاو۔" ارسا نے کہا اسے کچھ عجیب لگا تھا۔ ہادی نے سر ہلایا اور آگے بڑھ گیا۔

ارسا کی نظروں نے اس کا دور تک تعاقب کیا۔ اپنے آفس سے نکلنے ہوئے کالے کوٹ پینٹ میں

ملبوس اس لڑکے نے ارسا کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ ارسا نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر آفس کا دروازہ بند

کر دیا۔ اس لڑکے نے مسکرا کر اس بند دروازے کو دیکھا اور پھر اس کی جانب اپنے قدم بڑھا دیئے۔

"مے آئی کم ان؟" اس لڑکے نے آفس کا دروازہ کھول کر اندر جھانکتے ہوئے کہا۔

"دیکھو حدید اگر تمہیں کوئی ضروری کام ہے تو یس ورنہ میرے پاس تمہارے فضول جوکس سننے کا ٹائم

نہیں ہے۔" ارسا نے بیزارمی سے کہا۔

اس کی بات پر دروازے پر کھڑے حدید کا قہقہہ بلند ہوا۔ کالے کوٹ پینٹ میں ملبوس، سفید رنگت

بھورے بالوں والا وہ لڑکا پورا انگریز لگ رہا تھا اور وہ سیشن کورٹ میں بحیثیت ایک سیشن جج کیا کر رہا

تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔

"یہ سول (civil) کورٹ کے کیسز کی رپورٹ ہے چیک کر لو۔" حدید نے مسکراتے ہوئے ایک فائل اس کی طرف بڑھائی۔

اس نے فائل لی اور رانگ چیمپر پر جھولتے ہوئے فائل کا معائنہ کرنے لگی۔ نقاب سے جھانکتی بڑی بڑی آنکھیں پوری توجہ سے فائل کو دیکھ رہی تھیں۔ ایک دم کرسی کو ہلاتے اس کے پاؤں رکے۔ ماتھے پر شکنیں نمودار ہوئیں۔ وہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔ نظر اٹھا کر سامنے بیٹھے حدید کو دیکھا۔ جو کہ ایک کرسی پر بیٹھا دوسری کرسی پر ٹانگیں لمبی کئے مسکراتے ہوئے موبائل میں لگا تھا۔ ارسا نے ایک نظر اسے دیکھا پھر موبائل کو۔ سفید رنگت غصے کی مارے سرخ ہونے لگی۔ وہ ایک دم اٹھ کر اس کے سامنے آئی اور حدید کے ہاتھ سے موبائل چھین کر زور سے شیشے کی ٹیبل پر پھینکا۔ حدید اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا اسی لئے گھبرا کر اسے دیکھا۔ جو بھوکی شیرینی کی طرح اسے گھور رہی تھی۔

"یہ کیا ہے؟" ارسا نے فائل اس کے سامنے کی۔

"ارسا میرا۔۔۔" اس نے اپنے چمیتے موبائل کو بیچارگی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟" ارسا نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔

"ارسا میرا موبائل۔۔۔" اس نے معصومیت سے کہا۔

"بھاڑ میں گئے تم اور تمہارا موبائل۔" اس کی بات پر حدید مسکرایا۔ پچھلے ایک مہینے سے اس کی چیزیں آہستہ آہستہ بھاڑ میں شفٹ ہو رہی تھیں۔ بھاڑ میں گیا تمہارا کیس، بھاڑ میں گئی تمہاری گھڑی، بھاڑ میں گیا تمہارا وقت اور اب بھاڑ میں گئے تم اور تمہارا موبائل۔ اور وہ اس بات پر ارسا کا شکر گزار ہے کہ

اس نے اسے اور اس کے چمیتے موبائل کو ایک ساتھ بھاڑ میں شفٹ کیا تھا۔ آخر کار وہ اس ظالم ملکہ کو اپنی بیسٹ فرینڈ ماننا تھا اور یہ ظالم ملکہ اسے کیا مانتی ہے اس کی اسے بالکل پرواہ نہیں تھی۔

"ہیلو مسٹر۔" ارسا نے اس کے آگے چٹکی بجاتی وہ خیالوں سے باہر آیا۔

"میں پوچھ رہی ہوں یہ کیا ہے؟ کیس نمبر 121 چھ مہینوں تک چلا ہے۔ جبکہ ایک کیس کی ٹائم لمٹ زیادہ سے زیادہ دو مہینے ہے۔ تمہیں پتا ہے ناکہ سلیمان ہمدانی نے مجھے تمام کیسز کی ٹائم لمٹ کا خیال رکھنے کا کہا تھا اور میں نے تم پر یقین کرتے ہوئے تمہیں سول کورٹ کی ذمہ داری تھی۔" ارسا نے تیز آواز میں کہا۔

"ارسا ریلیکس بات تو سنو۔" حدید نے اسے پانی کا گلاس پکڑاتے ہوئے کہا۔ ارسا نے گلاس ٹیبل پر رکھا اور کرسی پر بیٹھ گئی۔

"سول کورٹ میں صرف 60% جج ہمارے ساتھ ہیں اسی لئے ہمیں کیس ڈائری باقی 40% ججز کے مطابق لکھنی ہوتی ہے۔ لیکن کیس ہماری ٹیم کے رولز کے مطابق ہی حل ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ سمجھیں۔"

"حدید نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ارسا کے تنے اعصاب ڈھلے۔

"پہلے بتاتے! میں نے تو خود کو سلیمان ہمدانی سے ڈانٹ کھاتے ہوئے بھی امیجن کر لیا تھا۔" ارسا نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اب یہ تو تمہاری غلطی ہے نا تم اتنی جلدی ہر چیز کے بارے میں سوچ لیتی ہو۔" حدید نے کندھے اچکائے۔

"ویسے میں نے تمہارا نام ظالم ملکہ بالکل ٹھیک رکھا ہے۔ ہائے میرا چہیتہ موبائل۔۔" اس نے اپنے موبائل کو ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا جس کی اسکرین پر اسکرپچ آیا تھا۔

"تو میں نے اچھا کام کیا ہے نا۔ اپنے چہیتہ موبائل پر تم نے اپنی چہیتی مشال سے چیٹنگ ہی کرنی تھی۔"

"ارسانے طنز کیا۔"

"کتنا جلتی ہو تم اس سے۔" حدید نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں بتا رہی ہوں تمہاری شادی کسی ویسٹرن لڑکی سے کروادوں گی اگر تم باز نہ آئے اس مشال سے تو۔" ارسا نے اسے وارن کیا۔ اس کی بات پر وہ کھل کر ہنسا۔

"خیر تمہیں پتا ہے آج ایک لڑکا میری آفس میں آیا۔ اس نے کہا کہ ہمارے ملازم نے اسے بچھا ہے۔ پتا نہیں کیوں لیکن وہ بار بار تمہارے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ مجھے عجیب لگا اسی لئے تمہیں بتا دیا۔"

حدید نے سمجھداری سے کہا

"ہمممم۔۔۔" اس نے کوئی تاثر نہیں دیا لیکن دماغی طور پر وہ چونکی تھی۔ کہیں کچھ گڑبڑ تھی۔ کوئی عجیب بات تھی۔۔۔۔۔

www.urdunovelsmania.com

۔۔۔۔۔

"مسافر کل بھی تھا مسافر آج بھی ہوں،

کل اپنوں کی تلاش میں تھا، آج اپنی تلاش میں ہوں۔"

آسمان پر چمکتا چاند، چاند کے برابر روشن ستارے، شہر میں بند دکانوں کے باہر روشن بتیاں رات کے اندھیرے کو کم کر رہی تھیں۔ لیکن اگر زندگی میں ہی اندھیرا ہو تو یہ چاند ستارے سب بے معنی

لگتے ہیں۔ لاہور کی سڑکوں سے گزرتے ہوئے جیل کے اندر جاو تو وہاں بہت سے کمرے ہیں انہیں کمرے نہیں مرغیوں کا ڈبّا کہنا زیادہ بہتر ہوگا۔ سردی کی وجہ سے فرش ٹھنڈا بچ ہو رہا تھا۔ اور اس ٹھنڈے فرش پر پاؤں رکھے دیوار سے ٹیک لگائے اپنا سر گھٹنوں میں دیئے اکڑوں بیٹھا تھا۔ کسی گہری سوچ میں گم۔۔۔۔

"زالان اٹھیں نا!!!!۔ زالان۔۔ دس سالہ وہ پیاری سی لڑکی مسلسل اسے اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"گڑیا ابھی تو گئے تھے باہر۔ تھک گیا ہوں میں اب تھوڑی دیر بعد چلیں گے۔" بارہ سالہ زالان نے اپنا بازو پھڑپھڑاتے ہوئے کہا۔

"زالان۔" گڑیا نے آنکھوں میں آنسو لئے اسے بلایا۔ زالان نے اسے دیکھا۔

"اچھا ٹھیک ہے چلو۔" زالان نے کھڑے ہو کر گڑیا کا ہاتھ تھاما۔ اور دونوں باتیں کرتے باہر نکل گئے۔ ابھی وہ گھر سے تھوڑا دور ہی گئے تھے کہ انہیں فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ دونوں ڈر کر گھر کی پچھلی سائیڈ چھپ گئے۔ جب فائرنگ کی آواز رکی تو وہ دونوں گھر کی طرف بڑھے۔ گھر کا دروازہ کھلا تھا۔ وہاں سے نکلتا خون دیکھ کر زالان ساکت ہوا تھا۔ اس کی نظر اپنے ماں باپ کی لاشوں کی سر پر کھڑی گڑیا پر پڑی جو خوف کے مارے گرنے کو ہو رہی تھی۔

"گڑیا۔" زالان چیخا اور آگے بڑھ کر اسے سنبھالا۔

"گڑیا اٹھو!"

زالان نے ایک دم ڈرنے کے انداز میں سر اٹھایا۔

"گڑیا۔" زالان نے سرگوشی کی۔ سرخ آنکھیں گیلے گال، ماتھے پر بکھرے بال، سردی کی وجہ سے سرخ ہوتی سفید رنگت۔ وہ شاید رو رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے اپنا سر پھر سے گھٹنوں میں ٹکادیا۔ رات تیزی سے پھیل رہی تھی۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ کیا واقعی؟

"ہزاروں منزلیں ہوں گی ہزاروں کارواں ہوں گے بہاریں ہم کو ڈھونڈے گیں، نجانے ہم کہاں ہوں گے؟"

آسمان پر اندھیرا چھا چکا تھا۔ تیز ٹھنڈی ہوا ٹھٹھرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ چاند آج بھی اس لڑکی کی کھڑکی کے باہر کالے آسمان پر اس کے کچھ لکھنے کے انتظار میں تھا۔ شاید آج بھی اس اندھیری رات میں چاند اس لڑکی کی اچھی باتیں پڑھ سکے۔ لیکن بیڈکراون سے ٹیک لگائے، ٹانگیں لمبی کئے، مہرون کمر کی شرٹ، وائٹ ٹراؤزر پہنے وہ آج کچھ لکھنے کے موڈ میں نہیں تھی۔ آج اس کا ذہن کشمکش میں تھا۔ بڑی بڑی آنکھیں اس کالے دل والے شوپیس پر مرکوز تھیں۔ اس کا دماغ کڑی سے کڑی جوڑ رہا تھا۔ کچھ وقت یونہی گزر گیا۔ پھر اچانک ذہن میں کچھ آنے پر وہ چونکی۔ بیڈ سے اتر کر سائیڈ ٹیبل پر پڑا موبائل اٹھایا۔ اور کسی کا نمبر ملا کر فون کان سے لگا کر کمرے میں ٹپلنے لگی۔

"اسلام و علیکم۔" دوسری طرف حدید کی نیند میں ڈوبی آواز گونجی۔

"وعلیکم سلام۔ تم سو رہے تھے کیا؟" ارسا نے پوچھا۔

"رات کے ایک بجے میں سونے کے علاوہ کبڈی کھیلنے سے تو رہا نہیں۔" حدید نے چڑکر کہا۔

"حدید! ایک عام آدمی پولیس کا ظالمانہ تشدد کب تک برداشت کر سکتا ہے؟" ارسا نے کمرے میں ٹہلتے ہوئے کہا۔

"کم سے کم ایک دن زیادہ سے زیادہ تین دن۔ لیکن اگر وہ بالکل ہی کمزور بندہ ہوگا پہلے دن ہی اپنی زبان کھول دے گا۔" حدید نے تفصیلات بتائیں۔

"اگر ایک آدمی پورے نو دن پولیس کا تشدد سے اسے ذہنی ٹارچر بھی کیا جائے لیکن پھر بھی وہ اعتراف جرم نہ کرے تو؟" ارسا نے بات ادھوری چھوڑی۔

"تو یہ کہ یا وہ پولیس کا ہی بندہ ہے یا آرمی کا یا وہ انٹیلیجنس سے تعلق رکھتا ہے یا دشمن ملکوں کی خفیہ تنظیموں سے۔" حدید نے رٹے رٹائے جواب دیے۔

"اور ہماری انصاف مہم کے کون کون خلاف ہے؟" ارسا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اس کی ابکھنیں آہستہ آہستہ دور ہو رہی تھیں۔

"ظالم ملکہ مجھے نیند آرہی ہے۔" حدید نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

"بھاڑ میں گئی تمہاری نیند۔" اس نے غصے سے کہا۔

"چلو اچھی بات ہے میری نیند بھی بھاڑ میں شفٹ ہو گئی صرف موبائل سے تو گزارا نہیں ہونا تھا نا میرا۔" حدید نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کوئی ضروری بات کرنی ہے تم نے؟" اس کی خاموشی محسوس کر کے حدید نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"ہماری انصاف مہم کے خلاف کون کون ہے؟" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

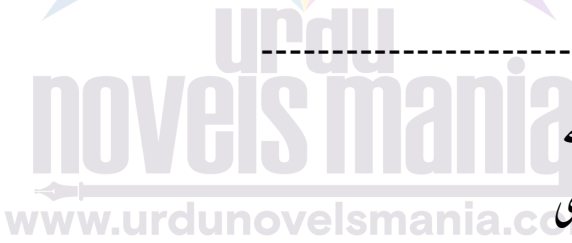
"پولیس اور آرمی کو ہم سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ البتہ انٹیلیجنس اور دشمن ملکوں کی خفیہ انٹیلیجنس ہمارے خلاف ایکشن میں آئیں گی۔" حدید نے کہا۔

"دشمن ملکوں کی خفیہ انٹیلیجنس اتنی جلدی کورٹ میں تبدیلی محسوس کر کے ایکشن میں نہیں آئیں گی۔" اس کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"ہاں۔" حدید نے اس کی بات سمجھنے کی کوشش کی۔

ارسا کھڑکی کے پاس کھڑی ہو کر چاند کو دیکھنے لگی۔

"مبارک ہو حدید انٹیلیجنس ایکشن میں آگئی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ چاند اور تیز چلتی ٹھنڈی ہوا بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔



جو یقین کی راہ پر چل پڑے

انہیں منزلوں نے پناہ دی

جنہیں وسوسوں نے ڈرا دیا

وہ قدم قدم پر بہک گئے۔

"مبارک ہو حدید انٹیلیجنس ایکشن میں آگئی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ چاند اور تیز چلتی ٹھنڈی ہوا بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"کیا ایا؟" حدید فوراً اٹھ بیٹھا۔

"مرڈر کیس کے سلسلے میں کورٹ آنے والا وہ لڑکا ملزم زالان حیدر جس نے پورے نو دن پولس کا ظالمانہ تشدد سہا۔ اور میرے آفس میں چائے رکھنے والا وہ لڑکا انیلیجنس کے بھیجے گئے ہیں۔" ارسا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ملزم زالان حیدر کا تو سمجھ آتا ہے لیکن وہ ملازم۔۔۔" حدید نے اپنا سوال ادھور اچھوڑا۔
 "حدید میں چائے نہیں پیتی اور یہ بات ہمارے ملازم کو اچھی طرح پتہ ہے۔" ارسا اب غور سے چاند کو دیکھ رہی تھی۔

"اچھا!!!۔۔۔۔۔ لیکن یہ تو بری خبر ہے ارسا۔" حدید نے دھیے لہجے میں کہا۔

"جی نہیں مسٹر کھیل میں مزا آنے والا ہے۔" ارسا بیڈ کی طرف بڑھی۔

"یہ کھیل خطرناک ہے ظالم ملکہ۔ انیلیجنس یہ بات ذہن میں رکھتی ہے کہ اگر اس ملک کی لئے انہیں اپنے ہم وطنوں کی جانیں بھی لینی پڑیں تو وہ اس کام میں دیر نہیں لگائیں گے۔" حدید نے سنجیدگی سے کہا۔

"اگر وہ جانیں لیں گے تو ہم جانیں دے دیں گے لیکن سالوں جس مقصد کے لئے ہم نے محنت کی اس سے پیچھے نہیں ہٹیں گے حدید کبھی نہیں۔ انیلیجنس بھول چکی ہے کہ اگر انصاف نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "عدل حکمرانی کی بنیاد ہے۔" اگر پاکستان سے انصاف بالکل ختم ہو گیا تو سالوں سے چلتی انیلیجنس چٹکیوں میں ختم ہو جائے گی اور لوگوں کو پتا بھی نہیں چلے گا کہ انیلیجنس نامی کوئی خفیہ تنظیم بھی تھی۔۔۔" اس نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا اور فون بند کر دیا اور سونے کے لئے لیٹ گئی۔

جبکہ دوسری طرف حدید کے چہرے سے پریشانی واضح تھی یہ کھیل خطرناک ہونے جارہا تھا اور اس کھیل میں کئی لوگوں کی جانیں بھی جانی تھیں۔۔۔

لیکن چاند کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ بارہ سال کی عمر میں myaiminlife کے مضمون میں یہ کہنے والی لڑکی کہ (مجھے لگتا ہے کہ ہمارے ملک کا یہ حال صرف نا انصافی کی وجہ سے ہوا) یہ لڑکی عام نہیں تھی۔۔

ارسا ہاشم خاص ہے بہت خاص۔ کیونکہ وہ منفرد ہے سب میں۔۔۔

---IrsahashimTheOneAndonly

:-

صبح کے اس وقت ہلکی ہلکی بوند باندی ہو رہی تھی۔ سورج بادلوں کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ بھیگتی سرٹکوں پر چلتی گاڑیاں، درختوں کے گیلے پتے، گیلی ہوتی مٹی کی مہکتی خوشبو سب مل کر ایک خوبصورت نظارہ پیش کر رہے تھے۔

اپنے آفس کی کھڑکی سے یہ خوبصورت نظارہ دیکھتے ہوئے لانگ کوٹ کی پاکٹ میں ہاتھ ڈالے، ٹھنڈکی وجہ سے سرخ ہوتی رنگت لئے ارسا نے چہرہ موڑ کر ٹیبل کے اس پار بیٹھے حدید کو دیکھا۔ ہمیشہ کی طرح بلیک کوٹ پینٹ پہنے، سامنے پڑی کرسی پر ٹانگیں رکھے موبائل کو دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

"یا اللہ مجھے صبر دے۔" ارسا نے آنکھیں بند کر اپنے غصے پر قابو کیا پھر وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی اس کے پاس آئی۔

"حدید۔" اس نے اسے بلایا۔

"سن رہا ہوں۔" نظریں ہنوز موبائل پر تھیں۔

ارسانے غصے سے اسے دیکھا اور آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے موبائل چھینا۔

"ارسانہیں۔" اس سے پہلے کے وہ موبائل زور سے ٹیبل پر پھینکتی حدید چیخا۔ ارسا نے ایک نظر اسے

دیکھا پھر موبائل کو۔ اور موبائل کو آہستہ سے ٹیبل پر رکھا۔

"تمہیں کوئی کام نہیں ہے؟" ارسا نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہے نا۔۔۔ مثال سے باتیں کرنا۔" حدید نے اپنے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔

"حدید تم پٹو گے میرے ہاتھوں سے۔" وہ چلائی۔

"اوکے اوکے میں چپ۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"سلیمان بھائی کا فون آیا تھا۔" ارسا اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"کہہ رہے تھے کہ ظالم ملکہ کے ساتھ فیملی کورٹ کا دورہ کر آؤ۔" اس نے بتایا۔

"ہممم ٹھیک ہے۔۔۔ کل تو میں فارغ نہیں ہوں پھر پرسوں چلیں گے۔" اس نے سوچتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ وہ چائے والا بندہ ابھی تک نہیں آیا۔" حدید نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"تم جاؤ اپنے کیس سنبھالو اس کے ساتھ میں خود ہی ڈیل کر لوں گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا کرو گی اس کے ساتھ؟" حدید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"جان سے مار دوں گی۔" وہ مسکرائی۔

دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے حدید کے قدم رکے۔ اس نے مڑ کر حیرت سے اسے دیکھا۔ ارسا کی

آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ایک انوکھی چمک۔ یا خطرے کی گھنٹی۔ وہ سمجھ نہیں سکا۔۔۔

:-

بارش ابھی بھی ہو رہی تھی۔ بارش کے ساتھ تیز چلتی ہوا کی وجہ سے بارش کی بوندیں روشندان سے اندر آرہی تھیں۔ سامنے فرش پر جائے نماز بچھا تھا۔ اور اس پر زالان حیدر کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ بلیک پینٹ کو ٹخنوں سے اوپر کر کے موڑ رکھا تھا۔ کالی نثرٹ کے بازو بھی موڑ رکھے تھے۔ وہ اب سجدے میں جا رہا تھا۔ روشندان سے اندر آتی بارش کی بوندیں جائے نماز کو گلیا کر رہی تھیں۔ لیکن وہ اس سب سے بے نیاز اب تشدد پڑھ رہا تھا۔ آرام سے اور سکون سے نماز پڑھتا وہ اب سلام پھیر رہا تھا۔ سلام پھیر کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہی اس کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ اس نے سب کے سامنے خود کو مضبوط ظاہر کیا تھا اور اپنے رب کے سامنے وہ آنسو بہا رہا تھا۔ روشندان سے آتی بارش کی بوندیں، جائے نماز پر بیٹھ کر دعا کرتا زالان، گلیے گال سرخ ہوتی ناک وہ ایک حسین منظر تھا۔ جسے تیز ہوتی بارش مزید خوبصورت کر رہی تھی۔۔

:-

وہ آفس میں بیٹھی راکنگ چیئر پر بیٹھی جھول رہی تھی جب دروازہ بجا۔
 "یس۔" اس کے کہنے پر ملازم کے لباس میں ملبوس چائے کاکپ ہاتھ میں لئے ہادی اندر داخل ہوا۔
 ارسا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"یہاں رکھ دو۔" ارسا نے ٹیبل کی طرف اشارہ کیا اور خود اٹھ کر اس کے پیچھے آگئی۔ یوں کہ ٹیبل پر چائے رکھتے ہادی کی اس کی طرف پیٹھ تھی۔ ارسا نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اپنا جاگرمز میں مقید

پاؤں زور سے ہادی کے گھٹنے پر مارا۔ ہادی اس حملے کے لئے تیار نہیں تھا سو گھٹنوں کے بل نیچے پیٹھ گیا۔ ارسا نے لانگ کوٹ کی پاکٹ سے پستل نکال کر اس کے سر پر رکھ دی۔

"کس نے بیچھا ہے تمہیں؟" ارسا نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"میم کسی نے نہیں میں تو آپکو چائے دینے آیا تھا۔" ہادی نے ہونٹ بھیختے ہوئے کہا۔

اس کے جواب پر ارسا نے پستل کو لوڈ کیا۔

"میں پوچھ رہی ہوں کس نے بیچھا ہے تمہیں؟" وہ چلائی۔

"زا۔۔۔ زالاں حیدر نے۔" ہادی نے گھبرا کر کہا۔

ارسا کی نظر سفید ٹائلز پر گرتے ہوئے خون پر پڑی جو کہ ہادی کی ٹانگ سے نکل رہا تھا۔ یقیناً وہ پہلے سے ہی زخمی تھا۔ ارسا نے مسکراتے ہوئے پستل پر اپنی پکڑ مضبوط کی۔ ہادی نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

ارسا کی انگلی میں حرکت ہوئی ٹریگر پر زور دیا گیا اور ٹریگر دب گیا۔

novels mania
www.urdu novels mania.com

ارسا کی نظر سفید ٹائلز پر گرتے ہوئے خون پر پڑی جو کہ ہادی کی ٹانگ سے نکل رہا تھا۔ یقیناً وہ پہلے سے ہی زخمی تھا۔ ارسا نے مسکراتے ہوئے پستل پر اپنی پکڑ مضبوط کی۔ ہادی نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

ارسا کی انگلی میں حرکت ہوئی ٹریگر پر زور دیا گیا اور ٹریگر دب گیا۔ آفس میں خاموشی چھائی رہی۔ کوئی آواز نہیں آئی ہادی نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ ارسا نے اپنی پستل ٹیبل پر پھینکی۔

"اگر اپنی زندگی میں ارسا ہاشم کوئی قتل کرے گی تو وہ تنہا رہیں ہوگا مسٹر۔ وہ نا انصافی کا ہوگا۔" اس نے اپنے ہاتھ لائگ کوٹ کی پاکٹ میں ڈالے اور مسکراتی ہوئے باہر کی طرف قدم بڑھا دیے۔

آنکھیں ابھی بھی چمک رہی تھیں۔ اس کے جانے کے بعد ہادی اٹھا اور ٹیبل پر پڑی کالے رنگ کی پسٹل اٹھائی اسے کھولا تو وہ خالی تھی اندر کوئی گولی نہیں تھی۔ اس نے پاس پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے سر ہاتھوں میں گرا دیا۔ پسٹل خالی تھی یا اس نے خود کی تھی؟ وہ اسے مارنا چاہتی تھی یا دھمکانا؟ وہ پریشان تھا۔ بچپن سے جس لڑکی کو جاسوس بننے کا شوق تھا آج اس نے انٹیلیجنس کے ذہین کارکن کو پریشان کر دیا تھا۔ اس کی ٹانگ سے ابھی تک خون نکل رہا تھا جو کہ سفید ٹائلز کو سرخ رنگ میں بدل رہا تھا۔

:-

"یور آرمیں نے مقتول کے بارے میں جانچ کی۔ تو مجھے پتا چلا کہ مقتول کو قتل کرنے سے دو دن پہلے ہی مقتول اور ملزم زالان حیدر کا لاہور کی سڑک ہال پر جھگڑا ہوا جس کے باقاعدہ گواہ موجود ہیں۔ اس جھگڑے کے دو دن بعد ہی مقتول کا قتل ہوا۔ یور آرمیں گواہان کی گواہی کے بعد یقیناً آپ بھی اس نتیجے پر پہنچیں گی کہ جھگڑے کی نوعیت بہت زیادہ تھی۔ جھگڑے کے بعد مقتول کے قتل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قاتل ملزم زالان حیدر ہی ہے۔ مجھے صرف یہی کہنا تھا تھینک یہ یور آرمیں۔" پراسیکیوٹر اپنی بات کہ کر خاموش ہوا تو ارسا نے زالان کے وکیل کی طرف دیکھا۔ جو اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر کٹہرے کے پاس آ رہا تھا۔

"یور آئر پراسیکیوٹر نے اپنی گذشتہ باتوں میں میرے موکل پر کچھ الزامات لگائے ہیں۔ یور آئر انہوں نے میرے موکل کو قاتل ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔" وکیل کی اس بات پر زلالان اور ارسادونوں مسکرائے کیونکہ پراسیکیوٹر کی باتوں سے واضح تھا کہ وہ اس کیس کو کمزور کرنے کی پوری کوشش کر رہا ہے۔

"یور آئر میرا موکل جائے قتل پر موجود تھا لیکن گولی انہوں نے نہیں چلائی۔ پولیس کے بیانات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جب جائے قتل پر پولیس پہنچی تو میرا موکل مقتول کے پاس کھڑا تھا۔ اور اسی وقت مقتول کو گولی لگی۔ مقتول کی پوسٹمارٹم رپورٹ میں یہ لکھا ہے مقتول کو گولی قریب سے لگی ہے۔ لیکن یور آئر میں نے بذات خود جب لاش کا پوسٹمارٹم کروایا تو یہ بات سامنے آئی کہ مقتول کو گولی دور سے لگی ہے۔ یہ رہیں دونوں رپورٹس۔" ارسا نے رپورٹس لے کر ان پر ایک نظر ڈالی۔

"یور آئر میری عدالت سے گزارش ہے کہ عدالت بذات خود لاش کا پوسٹ مارٹم کروائے تاکہ معاملات واضح ہو سکیں۔ اور مجھے پراسیکیوٹر کے الزامات کی نفی کے لئے تھوڑا وقت مل سکے۔ تھینک یو یور آئر۔" وکیل واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔ ارسا نے زلالان کو دیکھا جو اسی کی طرف متوجہ تھا۔

"یہ عدالت مقتول کے دوبارہ پوسٹمارٹم کا حکم دیتی ہے۔ اور ساتھ ہی ملزم کے وکیل کو کچھ وقت دیا جاتا ہے کہ وہ پراسیکیوٹر کی باتوں پر غور کر سکیں۔" ارسا نے بلند آواز میں کہا۔ دروازے کے پاس ہاتھ باندھ کر کھڑا حدید مسکرایا (اور ظالم ملکہ کہتی ہے کہ کورٹ میں چیخنا نہیں پڑتا)۔ اس نے سوچا اور مسکراتے ہوئے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

"آپ کو اگلے ہفتے کی پچیس تاریخ دی جاتی ہے۔" ریڈر نے کچھ قانونی کاروائیوں کے بعد کہا۔

"عدالت برخاست ہوئی۔" ارسا نے کہا اور چھوٹے چھوٹے قدم بڑھاتی باہر کی طرف بڑھ گئی۔ زالاں نے ایک گہری سانس لی وہ ہادی کے لئے پریشان تھا نا وہ اس سے جیل میں ملنے آیا تھا نا ہی وہ اسے کورٹ میں نظر آیا تھا۔ یقیناً کوئی گر بڑ تھی۔ وہ سوچوں میں گم باہر نکل گیا۔ کمرہ عدالت آہستہ آہستہ خالی ہو رہا تھا۔۔

:-

"ابو ایک بات پوچھوں؟" رات کو ارسا نے کھانا کھاتے ہوئے کہا۔

"بولو بیٹا۔" ہاشم نے جوابا کہا۔

"قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ :

"اور جن لوگوں نے کفر کیا برابر ہے کہ تم انہیں ڈراو یا نا ڈراو یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ کیونکہ اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔" (البقرہ آیات : 6، 7)

اس آیت میں دلوں پر مہر لگانے سے کیا مراد ہے؟" ارسا نے ہاشم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ سفید شرٹ کے اوپر بلیک اپرپنہ سفید ٹراؤزر اور سفید ہی دوپٹہ گلے میں ڈالے بالوں کا ڈھیلا جوڑا بنائے وہ مغرور لڑکی پوری توجہ سے ہاشم کو دیکھ رہی تھی۔

"دیکھو بیٹا۔ ہم سب انسان ہیں ہم سے بہت سی غلطیاں بھی ہوتی ہیں اور بہت سے گناہ بھی ہوتے ہیں۔ ان آیات میں ایمان نالانے والے یا مسلسل گناہ کرنے والے لوگ مراد ہیں۔ جب ایک انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک کالا نکتہ لگ جاتا ہے۔ اور پھر جب وہ بنا کر کے یا بنا تو بہ کیے گناہ

کرتا جاتا ہے اس کے دل پر لگنے والے سیاہ نقطوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ اور ایک وقت آتا ہے جب اس کا دل پورا کالا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتے ہیں۔ مہر لگنے کے بعد اس انسان کو ناسپائی نظر آنے لگی نا وہ سچائی کو جان سکے گا نا ہی اس کا دل سچائی کو قبول کرے گا۔ "ہاشم نے ٹھنڈی سانس لی۔

"تو پھر اپنے دل سے اس مہر کو ہٹانے کا کیا طریقہ ہے؟" عبد اللہ نے ہاشم کی بات سن کر کہا۔ زینب اور عائشہ بھی ان کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

"تلاوت قرآن اور کثرت سے استغفار۔ کیونکہ مہر صرف غیر مسلمانوں کے نہیں مسلمانوں کے دلوں پر بھی لگتی ہے۔ سیاہ دل والا انسان جب پہلی بار قرآن پڑھے گا یا استغفار کرے گا تو اس کا دل کرے گا کہ ابھی یہ سب چھوڑ دے شیطان اسے بہکائے گا۔ یہ ایک بہت بڑا امتحان ہوتا ہے اس شخص کے لئے۔ لیکن اگر وہ قرآن پڑھتا رہے گا اور اللہ سے توبہ بھی کرے گا تو اس کے دل سے سیاہی ہٹتی جائے گی۔۔۔۔۔ سمجھ آیا؟" ہاشم نے پوچھا۔

ارسانے جواباً اثبات میں سر ہلایا۔ اس کا ذہن اپنے کمرے میں لگے اس کا لے دل والے شوپیس پر گیا تھا۔ وہ اسے بہت اچھا لگتا تھا اور کیوں لگتا تھا وہ خود نہیں جانتی تھی۔ بعض دفعہ ہمیں کوئی چیز بلا وجہ ہی بہت اچھی لگتی ہے لیکن قسمت جانتی تھی کہ اس ظالم ملکہ کو وہ شوپیس بلا وجہ پسند نہیں تھا اس کے پیچھے ایک وجہ تھی جسے بتانے کے لئے تقدیر کسی کو بھیجنے والی تھی جو کہ یقیناً ارسا کے لئے اجنبی نہیں تھا

:-

"ارسا آپنی ایک گڈ نیوز ہے۔" وہ نماز پڑھ کر جائے نماز طے کر رہے تھی جب عبداللہ اس کے پاس آیا۔

"ہاں سن رہی ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا وہ جانتی تھی کہ وہ کیا گڈ نیوز لایا ہوگا۔

"زینب کی فرینڈز نے اسے دوبارہ چاکلیٹس دئے ہیں۔" عبداللہ نے رازداری سے اس کے کان کے قریب آکر کہا۔

"تو ہمیشہ کی طرح تمہاری نیت ان پر خراب ہو رہی ہے۔" اس کی بات پر عبداللہ نے دانتوں کی نمائش کی۔

"لیکن چوری کرنا تو بری بات ہے نا۔" اس نے بچوں کی طرح کہا۔ عبداللہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"چوری کرنے والا کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے نا!!!۔" اس نے پھر اثبات میں سر ہلایا۔

"تو ایسا کیا کرنا ہے کہ زینب خود تمہیں چاکلیٹس دے دے۔" ارسا نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اوکے میں سمجھ گیا۔" عبداللہ نے اپنی شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"زبردست مائی کرائم پارٹنر۔ تمہارے پاس کل کا دن ہے کل رات کو پھر "چل" کریں گے ٹھیک

ہے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"Siparişiniz gibieffendim"

(جیسے آپ کا حکم جناب)۔ عبداللہ نے کھڑے ہو کر اسے سیلیوٹ کرتے ہوئے کہا۔ اور کمرے سے

باہر چلا گیا۔ وہ کھل کر مسکرائی تھی۔

اس کی نظر سامنے پڑے موبائل پر پڑی۔ جس کی اسکرین پر جدید کامیج جگمگا رہا تھا۔

اس نے موبائل ہاتھ میں اٹھایا۔

"کل صبح 12 بجے تک کورٹ سے فارغ ہو جانا ظالم ملکہ۔ فیملی کورٹ کے دورے پر جانا ہے۔" اس نے میسج پڑھا۔

"Siparişiniz gibiefendim۔" عبداللہ کے ترکش میں کسے گئے الفاظ جواب میں حدید کو بھیجے۔ اور سونے کے لئے لیٹ گئی۔ کھڑکی سے جھانکتا چاند مایوس ہوا تھا۔ وہ آج بھی کچھ نہیں لکھنے والی تھی۔ کیونکہ اس کے دماغ میں کوئی موضوع نہیں تھا۔ اور جب آئے گا وہ ضرور لکھے گی۔ چاند کو امید تھی۔ اور امید پر تو دنیا بھی قائم ہے اگر وہ صحیح انسان سے صحیح وقت اور صحیح چیز کی لگائی جائے۔

:-

سورج نکل چکا تھا۔ سورج کی روشنی روشن دان سے آکر سیدھا اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ لیکن وہ بے خبر سو رہا تھا۔

"اٹھو۔ ہیلو اٹھو۔" اوئے تم سے کوئی ملنے آیا ہے۔ "ایک کانسیٹبل نے اندر آکر اسے جھنجھوڑا۔ وہ گرٹ بڑا کراٹھ بیٹھا۔ اس کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔ ماتھے پر بکھرے بالوں کو ساند پر کر کے اس نے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اور کانسیٹبل کے ساتھ باہر چلا گیا۔ ملاقات والے روم میں داخل ہوتے ہی اسے حیرت کا جھٹکا لگا۔ وہ ہادی کی توقع کر رہا تھا۔ لیکن وہ کوئی لڑکی تھی۔ جو اس کی طرف پیٹھ کیے کھڑی تھی۔ زالاں آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ سامنے ٹیبل پر اس لڑکی کا سیاہ رنگ کا ہینڈ بیگ پڑا تھا۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ آخر تنگ آکر زالاں نے کچھ بولنے کے لئے لب کھولے تو وہ لڑکی مڑی۔ سیاہ

عبایا پسنے، اسکارف سے نقاب کیئے، لانگ کوٹ کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالے وہ لڑکی ارسا ہاشم تھی۔ سیاہ نقاب سے جھانکتی بڑی بڑی چمکتی آنکھیں زالان کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں وہ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات دیکھنا چاہتی تھی لیکن اسے مایوسی ہوئی۔

"تاثرات چھپانے میں ماہر ہو۔" اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ اپنے کیس کے ہر ملزم سے جیل میں ملنے آتی ہیں؟" زالان نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بات گھمانے میں بھی ماہر ہو۔ خیر تمہارے سوال کا جواب دیتی چلوں کہ میں ہر ملزم سے ملنے نہیں آتی۔ یہ پہلی دفعہ ہے کیونکہ ایسا کیس بھی پہلی دفعہ آیا ہے۔ کہ ملزم پورے نو دن پولیس کا ظالمانہ تشدد سہنے کے بعد بھی اعتراف جرم نہیں کر رہا ہے۔" ارسا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ یہاں میرے بارے میں جاننے کے لئے آئی ہیں۔ اسی لئے آپ نے میرے رہن سہن، میرے رویہ کے بارے میں سب کچھ جیلر سے پوچھ لیا ہے۔ ہے نا۔" زالان نے سنجیدگی سے کہا۔

"میرے سامنے ایسی باتیں نہ کرو مسٹر۔ کیونکہ میں جس مقصد کے لئے آئی ہوں اس کا تم نے فوراً اندازہ لگا لیا یہ تمہارے پیشہ ورانہ مجرم ہونے کی نشانی ہے۔" نقاب سے جھانکتی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ مسکرا رہی ہے۔ زالان نے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا۔

"شکریہ۔" زالان کے کہنے پر ارسا نے ایک ابرو اٹھائی۔

"آپ کے کہنے پر اب وہ مجھے نہیں مارتے۔" زالان نے آہستہ سے کہا۔

"ویل۔۔۔۔۔" ارسا کچھ کہنے لگی لیکن پھر چپ ہو گئی۔

"خیر کام کی بات کرتے ہیں۔ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو مسٹر زالان؟" اس کے چہرے سے مسکراہٹ ایک دم غائب ہوئی تھی۔ سنجیدہ چہرے کے ساتھ وہ کمرہ عدالت والی ارسالگ رہی تھی۔
 "کیا مطلب؟" زالان نے کندھے اچکائے۔

"مطلب تمہیں نہیں پتا۔ تمہارا ایک آدمی یا دوست روز میری فیس بک آئی ڈیزچیک کرتا ہے۔ میری ڈیلی روٹیں دیکھنے کے لئے کبھی وہ مجھ سے پہلے اس جگہ پہنچ چکا ہوتا ہے جہاں میں جاتی ہوں تو کبھی میری گاڑی کے پیچھے اپنی گاڑی دوڑا رہا ہوتا ہے۔ کورٹ کے ججز و کلاء یا ملازمین سے میری تعریفیں کر کے ان سے میرے بارے میں پوچھ رہا ہوتا ہے کبھی ملازم بن کر نمک والی چائے بنا کر لا رہا ہوتا ہے حالانکہ میں کافی پتی ہوں بنا چینی کے۔ مطلب حد ہو گئی۔ کیوں کر رہے ہو یہ سب؟" اس نے جلدی جلدی کہا۔

(اور حدید نے ٹھیک کہا تھا کہ "تاریخ میں سہرے الفاظوں میں لکھا جائے گا کہ ارسا ہاشم نامی ظالم ملکہ ایک جاسوس کا دماغ رکھتی ہے اور اس کا معصوم دوست حدید ایک ہیکر ہے")
 "آپ کو کیسے پتا ہے کہ وہ میرا آدمی ہے؟" زالان نے دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھے۔
 "میں تمہیں وارن کر رہی ہوں آئندہ اگر وہ آدمی میرے آس پاس دکھا تو میں اپنے طریقے سے پیش آؤں گی۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"اور آپ کا طریقہ کیا ہے؟" زالان مسکرایا۔
 ارسا نے مسکراتے ہوئے دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھے۔

"شہ مات زالان حیدر! شہ مات -" زالان کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ اس نے ٹیبل پر پڑا ہینڈ بیگ اٹھایا اور باہر کی طرف بڑھ گئی۔ جبکہ پیچھے زالان ساکت تھا بالکل ساکت۔۔

"اے جذبہ دل گر میں چاہوں ہر چیز مقابل آجائے،

منزل کے لئے دو گام چلوں اور سامنے منزل آجائے۔

اے دل کی خلش چل یونہی سہی چلتا تو ہوں انکی محفل میں،

اس وقت مجھے چونکا دینا جب سامنے منزل آجائے۔

اے رہبر کامل چلنے کو تیار ہوں پر یاد رہے،

اس وقت مجھے بھٹکا دینا جب سامنے منزل آجائے۔

ہاں یاد مجھے تم کر لینا آواز مجھے تم دے دینا،

اس راہ محبت میں کوئی درپیش جو مشکل آجائے۔

اب کیوں ڈھونڈو ننگا چشم کرم ہونے دے ستم بالائے ستم،

میں چاہوں اے جذبہ غم کہ مشکل پس مشکل آجائے۔

:-

سورج آج پھر بادلوں کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ آسمان پر چھانے کالے بادل دوبارہ بارش کے ہونے کا پیغام دے رہے تھے۔ سیاہ لانگ کوٹ کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالے لمبے لمبے قدم اٹھاتی راہداری سی گزر کر وہ اب اپنے آفس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُ مِنَ الْمُعَذِّبِينَ" (سورت: شعراء 213)

سو تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکار، ورنہ تو عذاب دئے جانے والوں سے ہو جائے گا۔ " اس کے کانوں سے کسی کے تلاوت کرنے کی آواز ٹکرائی۔ آفس کی طرف اس کے بڑھتے قدم رکے تھے۔ اس نے حیرت سے اپنے آفس کے برابر میں حدید کے آفس کے بند دروازے کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بحریہ یونیورسٹی میں سٹیج پر تلاوت کرتے اس لڑکے کا چہرہ لہرایا۔ اس نے مسکراتے ہوئے اپنے قدم حدید کی آفس کی طرف بڑھائے۔

"وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" (214)

اور اپنے سب سے قریب رشتہ داروں کو ڈرا۔ " اس نے دروازہ کھولا۔ تو سامنے حدید رانگ چیمپر پر بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے دروازے سے ٹیک لگا کر ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی۔

"وَاصْفُضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ" (215)

اور اپنا بازو اس کے لیے جھکا دے جو ایمان والوں میں سے تیرے پیچھے چلے۔

"فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنَّي بِرِيءٍ مِمَّا تَعْمَلُونَ" (216)

پھر اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے کہ بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم کرتے ہو۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ (217)

اور اس سب پر غالب، نہایت رحم والے پر بھروسہ کر۔

الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ (218)

جو تجھے دیکھتا ہے، جب تو کھڑا ہوتا ہے۔

وَتَقْلُبَكَ فِي السَّاجِدِينَ (219)

اور سجدہ کرنے والوں میں تیرے پھرنے کو بھی۔

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (220)

بے شک وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ (221)

کیا میں تمہیں بتاؤں شیاطین کس پر اترتے ہیں۔

تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ (222)

وہ ہر زبردست جھوٹے، سخت گناہ گار پر اترتے ہیں۔

يَلْقَوْنَ السَّمْعَ وَالْأَفْئِدَةَ كَاذِبُونَ (223)

وہ سنی ہوئی بات لاڈالتے ہیں اور ان کے اکثر جھوٹے ہیں۔

وَالشُّعْرَاءُ يُتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ (224)

اور شاعر لوگ، ان کے پیچھے گمراہ لوگ لگتے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ (225)

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سرمارتے پھرتے ہیں۔

وَأَنَّهُمْ يَتُوبُونَ مَالًا يَفْعَلُونَ (226)

اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا وَ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ (227)

مگر وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اور اللہ کو بہت یاد کیا اور انتقام لیا، اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا اور عنقریب وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا، جان لیں گے کہ وہ لوٹنے کی کون سی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔

صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ

بیشک اللہ نے سچ کہا۔

حدید نے قرآن کو بند کیا اور پھر نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ جو نظریں نیچی کئے سفید ٹائلز کو دیکھ رہی تھی۔

اس نے کرسی کی پشت پر سر ٹکا دیا۔

"جانتی ہوں اس لیے یہ آیت بہت اچھی لگتی ہے۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَمُوتَ مِنَ الْمَعَذِبِينَ (سورت: شعراء 213)

سو تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکار، ورنہ تو عذاب دیے جانے والوں سے ہو جائے گا۔

اچھا بتا اس آیت میں اللہ تعالیٰ کس سے مخاطب ہیں؟ "ارسانے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

ہم انسانوں سے۔" اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

حدید نے نفی میں سر ہلایا۔

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے مخاطب ہیں۔ قرآن آپ ﷺ پر نازل ہوا اسی لئے پورے قرآن میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے مخاطب ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے کہا ہے کہ "اگر تم نے بھی میرے سوا کسی اور کو پکارا تو تمہیں بھی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔" اگر ایک طرح سے دیکھا جائے تو جیسے اللہ نے یہ بات بہت غصے میں کہی ہو یہ پڑھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن اگر دوسری طرف سے دیکھیں تو یوں لگتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے یہ بات بہت لاڈ سے کہی ہو جیسے ہم اپنے دوستوں سے کہتے ہیں کہ تمہارے لئے مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہونا چاہئے۔ مطلب اللہ تعالیٰ پیار سے اپنے نبی کو کہہ رہے ہیں کہ میرے سوا کسی کو مت پکارنا مطلب اتنی محبت۔ میں کہتا ہوں کسی کو محبت دیکھنی ہو تو یہ آیت پڑھ لے اور اگر اللہ کے غصے یا غضب کے بارے میں جاننا ہو تو بھی یہ آیت پڑھ لے۔ ایک اور بات جو میں نے اس آیت میں غور کی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو کہا کہ اگر تم بھی میرے سوا کسی اور کو پکارو گے تو تم پر بھی عذاب نازل ہوگا۔ یہ بات اللہ نے آپ ﷺ سے کہی جو گناہوں سے پاک تھے جن کا درجہ تمام انبیاء سے زیادہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی منع کیا تو ہم کیا چیز ہیں؟ گناہوں میں لت پت انسان جو توبہ کر کر بھی گناہوں سے باز نہیں آتے۔" حدید نے ایک گہری سانس لے کر نظر اٹھا کر اسے دیکھا جو ابھی بھی دروازے سے ٹیک لگائے سر جھکا کر سفید ٹائلز کو دیکھ رہی تھی۔

"میں نے تمہیں بارہ بجے کا کہا تھا اور تم بارہ بج کر دس منٹ پر آئی ہو۔" حدید نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"اور ذرا غور تو کیجیئے کہ مجھے یہ بات کہ کون رہا ہے جس کا اپنا حال یہ ہے کہ اگر کورٹ میں فکس ٹائم پر آنے کا کوئی رول ہوتا تو صاحبزادے روزانہ کورٹ کے دروازے کے باہر آرام دہ ہوتے۔" ارسا نے چڑ کر کہا۔

"خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے رانگ چمیر کی پشت پر لٹکتا کوٹ اٹھا کر اپنے بازو پر لٹکایا۔

"مسٹر حدید ایسی ہی بات ہے۔" اس نے طنزیہ کہا۔ حدید نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"اب چلیں یا کل پر ڈلے (delay) کر کے میرا نام لگا کر سلیمان ہمدانی سے میری شکایت کرنی ہے۔" اس نے آگے بڑھ کر دروازے کھولا۔

"ویسے آئیڈیا اچھا ہے لیکن کیا ہے ناکہ مجھے فی الحال تم پر ترس آ رہا ہے اسی لئے جاؤ معاف کیا۔" اس نے جان چھوڑنے والے انداز میں کہا اور باہر نکل گئی۔

"تم سے معافی مانگی کس نے ہے؟" وہ دونوں اب کارپور میں چل رہے تھے۔

"تم سے مجھے امید بھی نہیں ہے مسٹر حدید۔" وہ بھی بات ختم کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

"اچھی بات ہے تمہیں مجھ سے امید رکھنی بھی نہیں چاہیئے۔" وہ دونوں اب کارپورج کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"اسی لئے میں نے رکھی بھی نہیں ہے۔" حدید کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

وہ دونوں اب حدید کی سیوک کے سامنے کھڑے تھے۔ ڈرائیور تب تک گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا۔ ان دونوں نے آپس میں نظروں کا تبادلہ کیا اور پھر حدید ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جبکہ وہ اس کے سر پر کھڑی تھی۔

"حدید میں کہہ رہی ہوں مجھے ڈرائیونگ کرنے دو۔" ارسا نے تیز آواز میں کہا۔
 "پچھلی بار بھی تم نے کی تھی اس بار میں کروں گا۔" حدید نے اٹل لہجے میں کہا۔
 "اس بار بھی میں ہی ڈرائیونگ کروں گی۔" اس کا لہجہ بھی اٹل تھا۔

"میری عزت کا سوال ہے لوگ کیا سوچیں گے ایک بینڈ سم اور معصوم لڑکے کے ہوتے ہوئے ایک لڑکی ڈرائیونگ کر رہی ہے۔" اس نے اپنا مسئلہ بتایا۔

"بھاڑ میں گئی تمہاری عزت اور بھاڑ میں گئے لوگ۔" وہ چلائی تھی۔

"شکریہ۔ لیکن ڈرائیونگ میں ہی کروں گا۔" وہ بھی ہار ماننے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"تم مجھے ڈرائیونگ نہیں کرنے دو گے نا۔" حدید نے نفی میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے تم اپنی گاڑی میں جاؤ میں اپنی گاڑی میں۔" اس نے مڑتے ہوئے کہا۔

"ارسا یہ بیوقوفانہ پن ہے۔" اس نے اپنی گاڑی میں بیٹھتی ارسا کو دیکھ کر بلند آواز میں کہا۔

"اور یہ بات مجھے ایک البتارہا ہے۔" اس نے بھی زور سے کہا۔ حدید نے اس عزت افزائی پر اپنے

ہونٹ بھینچے۔ اور پھر گاڑی اسٹارٹ کر کے کارپورچ سے باہر نکل گیا اس کے پیچھے ہی ارسا کی گاڑی

اور دو پولیس موبائل بھی نکل گئیں۔۔۔۔۔

:-

"گڑیا گڑیا!!۔۔ گڑیا اٹھو۔" زالان کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں خوف تھا۔ اپنی بہن فاطمہ کو بھی کھو دینے کا خوف۔

اتنے میں گاؤں کے لوگ بھی جمع ہو چکے تھے۔ وہ فاطمہ کو گھر لے کر گئے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے تو وہ ہوش میں آئی۔ ہوش میں آکر وہ پھر رونے لگی زالان نے مشکل سے اسے سنبھالا۔ ایک ہفتہ تو وہ اپنے گھر ہی رہے گاؤں والے ان کا خیال رکھ رہے تھے۔ ایک ہفتہ بعد انہیں شہر کے یتیم خانے بھیج دیا گیا۔ اس بار بھی ان کے پاس صبر کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

"فاطمہ ایک بات کہوں؟" سب بچے سونے کی تیاری کر رہے تھے جب زالان اس کے پاس آیا۔

"ہاں سن رہی ہوں۔" وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"میں یہاں سے نکلنا چاہتا ہوں۔" زالان نے نظریں جھکائیں۔

"کیا!!" فاطمہ حیرت سے اٹھ بیٹھی۔

"دیکھو گڑیا۔ میں ماما بابا کا بدلہ لینا چاہتا ہوں اور اس کے لئے مجھے یہاں سے نکلنا ہوگا میں اپنی پوری زندگی یہاں تو نہیں ضائع کر سکتا۔" زالان نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن زالان میں۔" فاطمہ نے اپنی آنکھوں میں آنسو لئے کہا۔

"میں کچھ وقت بعد تمہیں بھی یہاں سے لے جاؤں گا۔" پکا وعدہ۔ "زالان نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے آپ جانیں۔ اور جا کر بھول جائیے گا کہ آپ کی کوئی بہن بھی تھی۔ بلکہ ابھی سے بھول جائیں۔ سمجھ لیں کہ ماما بابا کے ساتھ میں بھی مر گئی۔" اس نے لیٹتے ہوئے غصے سے کہا۔ ایک ماں تھا

اس کے لہجے میں کہ جب وہ یوں کہے گی تو اس کا بھائی اسے چھوڑ کر نہیں جائے گا۔ زالان نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ کچھ دیر وہ اسے دیکھتا رہا پھر خود بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

صبح جب فاطمہ کی آنکھ کھلی تو زالان کہیں نہیں تھا۔ اس نے زالان کے کمرے میں، کینٹین میں ہر جگہ دیکھا لیکن وہ کہیں نہیں تھا۔ آخر وہ تھک ہار کر بیٹھ گئی۔

"زالان نا کریں ایسا۔۔ پلیز واپس آجائیں میں یہاں کیسے رہوں گی۔" وہ روتے ہوئے مسلسل اسے پرکار رہی تھی۔

زالان ایک دم اٹھ بیٹھا۔ اس کی آنکھیں مسلسل رونے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے ماتھے پر بکھرے بالوں کو ہاتھ سے سائیڈ کیا۔

"کیا مجھے معافی نہیں مل سکتی۔ فاطمہ مجھے معاف کیوں نہیں کرتی۔" اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ اور پھر اپنا سر گھٹنوں میں ٹکا دیا۔

چمکتا سورج اسے ترس کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ انسان کو مرنے میں اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی پچھتاوے کے ساتھ زندہ رہنے میں ہوتی ہے۔ یہ تکلیف کتنی اذیت ناک ہوتی ہے زالان حیدر بخوبی جانتا تھا۔

:-

وہ دونوں فیملی کورٹ کے کارڈور میں موجود تھے۔ ہاتھوں میں موبائل لئے مصروف انداز میں موبائل پر انگلیاں چلاتے آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہے تھے۔ ان کے ساتھ چلتا گائیڈ مسلسل انہیں کچھ بتا رہا تھا

- جسے وہ سن رہے تھے یا نہیں اس بات سے اسے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ لیکن اس کے رکتے قدموں نے بتایا کہ اسے فرق پڑا تھا۔

"کیا آپ دونوں نے سنا کہ میں نے کیا کہا؟" گائیڈان دونوں کی طرف مڑا۔ حدید اور ارسا نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر اثبات میں سر ہلایا۔

"تو بتائیے مسٹر حدید! فیملی کورٹ میں کس طرح کے کیس کی تعداد زیادہ ہے؟" حدید نے گڑبڑا کر ارسا کو دیکھا جو اپنا موبائل اپنے لائنگ کوٹ کی پاکٹ میں رکھ رہی تھی۔

"وہ۔۔۔۔۔ وہ میرے خیال سے۔۔۔۔۔"

"خلع کے کیس کی تعداد دن بہ دن بڑھ رہی ہے۔" ارسا نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔

"وجہ؟" گائیڈ نے پوچھا۔

"آج کل کی نوجوان نسل پر عشق کا بھوت سوار ہے۔ پندرہ سولہ سال کی عمر میں انہیں اپنے سنگل ہونے کا روگ لگ جاتا ہے جس کی وجہ سے انہیں دو تین ایفیرز چلانے میں کوئی حرج نظر نہیں آتا۔

لیکن پھر کچھ مجبوریوں کے باعث ان کی شادی ایک الگ ہی مخلوق سے ہو جاتی ہے شادی کے کچھ

عرصے بعد انہیں ایک دوسرے کے ایفیرز کا پتا چلتا ہے اور بات طلاق تک پہنچ جاتی ہے اور وہ ایک بار پھر سنگل ہو جاتے ہیں۔ اگر شروع میں ہی صبر سے کام لے لیتے تو پوری زندگی کے اس روگ سے

بچ جاتے۔" ارسا نے جلدی جلدی اپنی بات ختم کی۔ حدید نے حیرت سے اسے دیکھا وہ بھی اس کے ساتھ ہی موبائل میں لگی تھی پھر بھی وہ ڈیٹیل میں گائیڈ کے سوال کا جواب دے گئی تھی۔

"ویلڈن مس ارسا۔ اب ذرا بتائیے کہ آپ کی نظر میں اس سب کا کیا حل ہے؟" گائیڈ نے اسے شاباش دی جس پر اس نے حدید کو چڑاتے ہوئے اپنے کوٹ کے کالر جھاڑے۔

"مجھے نہیں لگتا کہ اس کا حل ہمیں ڈھونڈنا چاہیے۔ ہمارا کام تو بس کیس حل کرنا ہے ناکہ ان کی وجہ کو ڈھونڈنا۔" حدید نے اس کے جواب دینے سے پہلے اپنی رائے دی۔

"مسٹر حدید ہمارا کام برائی کی شاخوں کو کاٹنا نہیں ہے بلکہ انہیں جڑ سے اکھاڑنا ہے۔" ارسا نے اس کی طرف مڑ کر کہا۔

"بالکل ٹھیک کہ رہی ہیں مس ارسا۔ اور مسٹر حدید میں آپ کی شکایت کرونگا سلیمان ہمدانی سے آپ بالکل بھی اپنے کام پر توجہ نہیں دیتے۔" گائیڈ نے کہا اور آگے کی طرف بڑھ گیا۔

"چچہ۔۔۔ مسٹر حدید تم نے پنکا بھی تو ارسا ہاشم سے لیا تھا اور نہ کرنے دو مجھے ڈرائیونگ۔" ارسا نے اسے چڑاتے ہوئے کہا اور مسکراتے ہوئے گائیڈ کے پیچھے چل دی۔ اور حدید معصومانہ شکل بنائے اس وقت کو کوس رہا تھا جب اس نے اس ظالم ملکہ سے پنکا لیا تھا۔ اس نے اپنے بھورے بالوں پر ہاتھ پھیر کر انہیں اپنے ماتھے پر پھیلایا اور ان دونوں کے پیچھے اپنے قدم بڑھا دئے۔ ہائے رے قسمت!!!۔۔۔۔۔

ہلکی ہلکی بارش شروع ہو رہی تھی۔ کالی سڑکوں پر گرتے پانی پر لوگ قدم بڑھاتے ہاتھوں میں چھتیاں لئے اس موسم کے مزے لے رہے تھے۔ مسلسل بارشوں کی وجہ سے ٹھنڈ کافی بڑھ گئی تھی۔ ایسے

میں جیل کے اندر ملاقاتی کمرے میں بیٹھا زالان ہادی کا انتظار کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ہادی اندر آیا۔ زالان نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ٹانگ پر پٹی بندھی تھی اور وہ لنگڑا کر چل رہا تھا۔

"کیسے ہو؟" ہادی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئی کہا۔

"ارسا آئی تھی یہاں۔" زالان نے اس کی ٹانگ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ چڑیل یہاں آگئی!!!۔ "زالان نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"تمہاری ٹانگ کو کیا ہوا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"محترمہ نے اپنا جاگر کھینچ کر مارا ہے۔" زالان کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"تم لڑکی سے پٹ کر آئے ہو۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا ہادی نے اسے گھور کر دیکھا۔

"وہ لڑکی نہیں چڑیل ہے پوری۔" ہادی صحیح کا چڑا ہوا تھا۔

"ڈاکٹر کے پاس گئے تھے؟" زالان نے اپنی ہنسی کو ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں کہہ رہے تھے کہ پچھلے مشن میں دو گولیاں ٹانگ پر مروا کر آئے تھے اس بار لڑکی سے جو تاکھا کر

آئے ہو۔ زخم بگڑ گیا ہے مہینے تک بیڈریسٹ کا کہا ہے ورنہ زخم اور بگڑ جائے گا۔" اس نے

تفصیلات بتائیں۔

"ہادی یہ لڑکی عام نہیں ہے۔۔۔ کیا پتا یہی لڑکی اس ٹیم کی لیڈر ہو۔" زالان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا

"اوں ہوں ان کی ٹیم کے لیڈر کا پتا چل گیا ہے۔" زالان نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"سلیمان ہمدانی نامی چیف جسٹس آف پاکستان۔" ہادی نے بتایا۔

"تو اب کیا کرنا ہے؟" زلالان نے پوچھا۔

"حسیب کمانڈر کا آرڈر آگیا ہے۔ کل سلیمان ہمدانی لاہور آ رہا ہے۔ زیادہ تر چانس یہ ہے کہ رات کی فلائٹ سے آئے گا تو بس شوٹ ہم آن سائیڈ۔" ہادی نے دھیمی لہجے میں کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ سلیمان ہمدانی کے بعد انصاف مہم کی لیڈر سیشن جج ارسا ہاشم ہو۔" زلالان اپنا اندیشہ ظاہر کیا۔

"اتنی بڑی ٹیم کی لیڈر ایک لڑکی۔ ناممکن۔" ہادی نے نفی میں سر ہلایا۔

"ابھی تم نے ہی تو کہا تھا کہ وہ لڑکی نہیں چڑیل ہے۔" زلالان مسکرایا۔

"اگر وہ لڑکی لیڈر بنی نا تو میں نے اس کی ٹانگ میں گولی مار دینی ہے۔" اس نے نخوت سے کہا۔

"بس دعا کرو کہ ہمارے اور کورٹ کے بیچ تنازعات ختم ہو جائیں اور اس سب کی نوبت ہی نا آئے۔"

"ہادی نے اسے گھورا۔

"اس لڑکی کی ٹانگ پر تو گولی مار کر دکھاؤں گا میں تمہیں۔" زلالان بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گیا

www.urdu novelsmania.com

:-

وہ بیڈ پر بیٹھی تھی کہ اس کا موبائل بجا۔ اس نے موبائل کان سے لگایا۔

"فرمائیے حضرت الو۔۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میری تمہارے ساتھ ناراضگی اپنی جگہ لیکن یہ امپورٹنٹ بات ہے ظالم ملکہ۔" حدید نے سنجیدگی سے کہا۔

"سن رہی ہوں۔"

"کل رات کی فلائیٹ سے سلیمان ہمدانی لاہور آ رہے ہیں اور انہوں نے فورامیٹنگ رکھی ہے اسی لئے انہوں نے ہمیں ایئرپورٹ بلایا ہے۔" تو تیار رہنا دس بجے لینے آؤں گا تمہیں۔" سنجیدگی قائم تھی

"بہت بہتر۔" اس نے کہا اور فون رکھ دیا۔ چاند نے پریشانی سے اسے دیکھا۔ تو آخر کار کورٹ اور انٹیلیجنس کی جھڑپ ہونے جا رہی تھی۔ حبیب کمانڈر اس ملک کے لئے کسی کی زندگی لینے آرہے تھے اور وہ اپنے ملک کے لئے کسی کی زندگی بچانے جا رہے تھے۔ اس جنگ کا اختتام نجانے کیا ہونے جا رہا تھا۔

کبھی راستوں میں تنہا

کبھی ہوں گرد صحرا

میں جنوں کا ہمسفر ہوں

میرا کوئی گھر نہیں ہے۔۔۔۔۔

ہر طرف اندھیرا پھیل چکا تھا۔ جسے چاند اپنی روشنی سے کم کرنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔ لیکن قدرت کا قانون ہے کہ ہر چیز اپنے حصے کا کام کرتی ہے وہ کسی اور کے کام میں دخل اندازی نہیں

کر سکتی۔ کالی رات اپنے ساتھ اگر اندھیرا لاتی ہے تو اس کے ساتھ اس اندھیرے کو کم کرنے کے لئے چاند ہوتا ہے۔ جس طرح ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے یا ہر کالی رات کے بعد ایک روشن صبح ہے۔

سڑکوں پر گزرتی گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس چمک رہی تھیں۔ اگر نگاہ اٹھا کر اوپر دیکھا جائے تو چاند آج بھی اس کی کھڑکی سے جھانک رہا تھا۔ جہاں وہ مزے سے بیڈ پر بیٹھی تھی۔ ہلکے سبز رنگ کی کرتی پہنے کالا دوپٹہ گلے میں ڈالے وہ کمبل میں دبی ہوئی تھی۔ گھسنے براؤن بالوں کا ڈھیلا جوڑا بنا ہوا تھا۔

"کام ہو گیا ارسا آپ۔" عبداللہ ہاتھ میں چاکلیٹس کے پیکٹ پکڑے کمرے میں داخل ہوا۔ ارسا نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"اس بار کیا کیا زینب کے ساتھ؟" اس نے بیڈ پر بیٹھتے عبداللہ کو کمبل دیتے ہوئے کہا۔

"اللہ جھوٹ نہ بلوائے میں نے کچھ بھی نہیں کیا بس پتا نہیں زینب کے نوٹس کیسے میری سائیڈ ٹیبل کی دراز میں آگئے۔ پھر جب وہ لینی آئی تو میں نے بدلے میں چاکلیٹس طلب کئے اور ایسے ایک بار پھر آپ کا کرائم پارٹنر چاکلیٹس کے میدان میں فتح کا جھنڈا گاڑ کر آیا ہے۔" اس نے بڑی بیسیوں کی طرح کہا۔ ارسا نے ہنستے ہوئے اسے دیکھا۔

"ایک بات تو بتائیں ارسا آپ!" عبداللہ نے چاکلیٹ کا رپر اتارتے ہوئے کہا۔

"ہمم۔۔۔۔۔ بولو۔"

"یہ محبت کیا ہوتی ہے جس کا آج کل کے لوگوں پر بھوت سوار ہے؟" چاکلیٹ کھاتے ارسا کے ہاتھ تھامے تھے۔ اس نے ایک گہری سانس لی۔

"محبت جیت ہوتی ہے

مگر یہ ہار جاتی ہے

کبھی دلسوز لمحوں سے

کبھی بیکار رسموں سے

کبھی تقدیر والوں سے

کبھی مجبور قسموں سے

مگر یہ ہار جاتی ہے

کبھی یہ پھول جیسی ہے

کبھی یہ دھول جیسی ہے

کبھی یہ چاند جیسی ہے

کبھی یہ دھوپ جیسی ہے

کبھی یہ مسرور کرتی ہے

کبھی یہ روگ دیتی ہے

کسی کا چین بنتی ہے

کسی کو رول دیتی ہے

کبھی یہ پار جاتی ہے

کبھی یہ مار جاتی ہے



محبت جیت ہوتی ہے

مگر یہ ہار جاتی ہے

شاعری پڑھ کر اس نے عبداللہ کو دیکھا جو توجہ سے اسے سن رہا تھا۔

"خیر چھوڑو یہ سب تو ایویں ہی فضول باتیں ہیں۔" غور سے اس کی شاعری سنتے ہوئے عبداللہ بد مزہ ہوا۔

"پتا ہے آج کل کے لوگوں کی نظر میں محبت کیا ہے۔ جو عام روٹین میں سب کو سب سے ہو جاتی ہے Iloveyou یا Iloveyou too۔ بس اسے محبت کہتے ہیں اور ایک بندہ ایک دن میں ہزاروں لوگوں کو یہ جملے بولتا ہے۔ لیکن پتا ہے محبت کیا ہے؟ محبت وہ ہے جو ہم خود سے جڑے رشتوں سے کرتے ہیں۔ اپنے ماں باپ بہن بھائی جیسے رشتوں سے جڑی فیملی کو محبت کہتے ہیں۔ اور محبت وہ ہے جو ہم اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں۔ ہم عام انسان ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے صرف محبت ہی کر سکتے ہیں کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کی بات کبھی مانتے ہیں کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ لیکن جو درویش ہوتے ہیں نا وہ اللہ سے عشق کرتے ہیں وہ چودہ چودہ سال درختوں کی لکڑیاں کاٹتے ہیں صرف اللہ سے عشق کرنے کے لئے۔ بہت سے مصائب اور آزمائشوں سے گزرتے ہیں درویش پھر جا کر ان کی مراد پوری ہوتی ہے۔ لیکن آج کل جو محبت کی جاتی ہے وہ ایسے ہوتی ہے کہ جیسے ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں جو چیز پہلی نظر میں ہی ہمیں اچھی لگتی ہے پھر ہم اس پر غور کرنا شروع کرتے ہیں تو اس چیز کی بہت سی خوبیاں اور خامیاں ہمیں نظر آتی ہیں لیکن ہماری نظر میں اس چیز کی خوبیاں اس کی خامیوں پر برتر ہو جاتی ہیں اور پھر وہ چیز ہماری پسندیدہ بن جاتی ہے۔ اور ہم اسے جلد از جلد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح ہمیں

کوئی انسان اچھا لگتا ہے ہم اس پر غور کرتے ہیں اس کی خامیوں کو نظر انداز کرتے ہیں پھر ہمیں اس سے محبت ہو جاتی ہے اور ہم اسے جلد از جلد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ "اس نے لمبی سانس لے کر اپنی بات ختم کی۔"

"تو پھر محبت سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟" عبداللہ نے پوچھا۔

"اپنی نظروں کو اپنے قابو میں رکھنا۔ جس طرح ہم بازار جاتے ہیں تو ہمیں جو چیز لینی ہوتی ہے ہم اسی کو دیکھتے ہیں اسی پر توجہ دیتے ہیں اگر نظریں بھٹک جائیں تو دل کرتا ہے ہر اچھی چیز خرید لیں۔ یہ دنیا بھی ایک بازار کی طرح ہے یہاں آپ جس کام کے لئے آئے ہیں وہ کریں اور چلے جائیں۔ اپنی نظروں کو اپنے قابو میں رکھیں اس سے آپ بہت بڑے بڑے نقصانات سے بچ جائیں گے۔" بولتے ہوئے اس کی نظر بیڈ پر بڑے چاکلیٹس پر پڑی۔

"موٹے سارے چاکلیٹس کھا گئے۔" وہ چلائی۔

"مجھے پتا ہی نہیں چلا بے دھیانی میں کھا گیا۔" عبداللہ نے معصومیت سے کہا۔

"بھاڑ میں جاو تم۔" اس نے غصے سے کہا۔ کھڑکی سے جھانکتا چاند مسکرایا۔

محبت جیت ہوتی ہے

مگر یہ ہار جاتی ہے

فضا میں ایک آواز گونجی تھی۔ ہر چیز لہراٹھی تھی۔

- :-

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو

طلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے۔۔

"یورآزپوسٹ مارٹم کی نئی رپورٹس میں یہ بات واضح ہو گئی ہے میرے معزز دوست کی پیش کی گئی رپورٹس جعلی ہیں۔ مقتول کو گولی قریب سے ہی لگی ہے۔" پراسیکیوٹر کی بات سن کر زالان نے حیرت سے چہرہ اٹھایا تھا۔ ارسا نے اپنے ہونٹ بھینچے تھے۔ انیلیچمنس یہ کیس کمزور کرنا چاہتی تھی لیکن وہ کورٹ کو شک میں بھی نہیں ڈال سکتی تھی۔

"یورآزیہ رپورٹس جعلی ہیں۔" وکیل چلایا تھا۔

"وکیل صاحب کیا آپ عدالت کی طرف سے کروائے گئے پوسٹ مارٹم پر شک کر رہے ہیں؟"

پراسیکیوٹر نے کہا۔ زالان کا وکیل بے بسی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے کے قریب آیا۔

"یورآزپراسیکیوٹر نے میرے موکل اور مقتول کے جس جھگڑے کے بارے میں بتایا اور جو جگہ بتائی تو یورآزمیراموکل اس وقت اس جگہ نہیں تھا۔ ہمارے پاس باقاعدہ ایلی بانی ہے جو پراسیکیوٹر کی بات کی نفی کرتا ہے۔ میری عدالت سے گزارش ہے کہ وہ میرے موکل کے ایلی بانی کو حاضر ہونے کی اجازت دے۔" ارسا نے اثبات میں سر ہلایا۔

www.urdu novels mania.com

دروازہ کھلا اور ایک لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اسے دیکھ کر ارسا کی رنگت سرخ ہوئی تھی۔ اس نے حیرت اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے زالان کو دیکھا جو اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ بیلو جیوز پر سفید شرٹ پہنے بیلو اپر پہنے آنکھوں پر گاگزلگانے کھلے بالوں کو جھٹکتے ہوئے وہ ارسا کی دائیں جانب والے کھڑے میں کھڑی ہو گئی۔

"آپ کی تعریف مس؟" وکیل نے پوچھا۔

"آئی ایم مشال اسفند۔" اس نے بالوں کو جھٹکتے ہوئے کہا۔

"مس مشال اسفند! زالان حیدر کے ساتھ آپ کا کیا تعلق ہے؟" مشال نے زالان کو دیکھا۔

"ہی ازمائی فرینڈ۔" زالان نے ارسا کو دیکھا۔ جو کہ سرخ رنگت لئے فائل کے کاغذات ادھر ادھر کر رہی تھی۔

"آپ مسٹر زالان کو کب سے جانتی ہیں؟ پہلی دفعہ آپ لوگ کہاں ملے تھے؟" وکیل نے پوچھا۔

"تقریباً ایک سال سے۔ پہلی بار ہم ایئر پورٹ پر ملے تھے۔ میں ترکی جا رہی تھی۔ ہماری سیٹس ساتھ

تھیں زالان بھی ترکی جا رہا تھا تب ہی ہماری فرینڈ شپ ہوئی تھی۔" مشال نے دھیمی لہجے میں کہا۔

"یور آئر لائنز پر پورٹ کے سی سی ٹی فوٹیج کی کاپی اور مس مشال اور ملزم کے پاسپورٹ اور ٹکٹس۔

"وکیل نے ارسا کی طرف کچھ کاغذات بڑھائے۔ ارسا نے مشال کو دیکھتے (گھورتے) ہوئے وہ کاغذات تھامے۔

"مس مشال آپ دسمبر کی اٹھائیس تاریخ کو شام 6:20 پر کہاں تھیں؟" وکیل نے کچھ کاغذات کو

دیکھتے ہوئے کہا۔
www.urdunovelsmania.com

"میں زالان کے ساتھ لاہور کے ایپوریم مال گئی تھی شاپنگ کرنے۔" مشال نے لاپرواہی سے کہا۔

"آپ مال سے باہر کب نکلے؟"

"تقریباً نو بجے۔" مشال نے کندھے اچکائے۔

"کیا آپ کو یقین کہ اس سارے ٹائم میں زالان آپ کے ساتھ تھا؟ وہ کہیں ادھر ادھر گئے؟" وکیل

نے کہا۔

"نو۔ وہ میرے ساتھ ہی تھا۔" ارسا نے ابرو اچکائی۔

"یور آزرسی سی ٹی وی فوٹیج ایمپوریم مال کی۔" وکیل نے فوٹیج ارسا کی طرف بڑھائی۔ ارسا نے فوٹیج لے کر ٹیبل پر رکھ دی۔ زالاں نے بغور اسے دیکھا۔

"یور آزرگواہ کے بیانات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مقتول اور میرے موکل کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ واضح ہے کہ یہ میرے موکل پر الزام ہے۔" وکیل پراسیکیوٹر کی طرف بڑھا۔

"یور ٹرن۔" پراسیکیوٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور مثال کے پاس آیا۔

"مس مثال زالاں حیدر آپ کے فرینڈ ہیں رائٹ؟" مثال نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کیا آپ دونوں کے درمیان کوئی فیلنگز یا آپھیمینٹ؟" زالاں نے ہونٹ بھینچے تھے۔ سفید رنگت سرخ ہو رہی تھی۔ یہ عدالت تھی یہاں بات کردار کی ہوتی تھی۔

"جی ہاں۔" مثال نے بنا کسی گھبراہٹ کے کہا۔ ارسا نے گہری سانس لی۔

"ہم دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے دوستی کی فیلنگز ہیں۔ آفٹر آل وی آر بیسٹ فرینڈز۔" پراسیکیوٹر نے گہری سانس لی۔

کچھ اور سوالات کے بعد پراسیکیوٹر واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

"کیا آپ کے پاس کوئی اور گواہ ہے مسٹر زالاں جو کہ یہ بات ثابت کر سکے کہ یہ قتل آپ نے نہیں کیا؟" ارسا نے پوچھا۔

"یور آزر میری عدالت سے گزارش ہے کہ ہمیں کچھ وقت دیا جائے تاکہ ہم گواہ لاسکیں۔" زالاں کے وکیل نے کہا۔

ارسا کچھ دیر خاموش رہی۔ پھر اس نے کیس ڈائری لکھوا کر ریڈر سے کچھ کہا۔

"یہ عدالت وکیل کو حکم دیتی ہے کہ وہ اگلی تاریخ پر گواہ کو عدالت میں لائیں۔" ارسا نے با آواز کہا۔
"آپ کو اگلے مہینے کی پہلی تاریخ دی جاتی ہے۔" ریڈر نے کہا۔

"عدالت برخواست ہوئی۔" یہ کہہ کر وہ باہر کی جانب بڑھ گئی۔ زالان نے ایک گہری سانس لی۔ اور
کٹھڑے سے اتر گیا۔

کورٹ روم سے باہر نکل کر اپنے آفس جانے کے بجائے وہ کارپورچ کی طرف بڑھی۔ کارپورچ پہنچ کر اس نے اپنی نظریں ادھر ادھر دوڑائیں۔ کچھ دور پولیس کانسٹیبل زالان کو لے کر پولیس موبائل کی طرف جا رہے تھے۔ ارسا نے بھی اپنے قدم اس طرف بڑھائے۔ تیز تیز چلتی وہ زالان کے قریب پہنچی۔

"دوست اچھی ہے تمہاری۔ خیال رکھنا کہیں یہ فرینڈشپ ٹوٹ نہ جائے۔" اس نے دھیمی آواز میں کہا اور آگے بڑھ گئی۔ زالان جو کہ سر جھکائے اپنے خیالوں میں چل رہا تھا۔ اس نے چونک کر ارسا کی پشت کو دیکھا۔ جواب تیز تیز چلتی دور جا چکی تھی۔ اس نے نا سمجھی سے اس کی پشت کو دیکھا تھا۔

:-

تو میرا حوصلہ تو دیکھ داد دے کہ اب مجھے

شوق کمال بھی نہیں خوف زوال بھی نہیں۔۔

لاہور کے اس ایئر پورٹ پر لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی۔ جگہ جگہ لائٹس جگمگا رہی تھیں۔

ایئر پورٹ کے پچھلے حصے کے گارڈن میں وہ دونوں کھڑے تھے ہمیشہ کی طرح سیاہ عبایا پہنے لانگ

کوٹ کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالے وہ ادھر ادھر دیکھ رہی تھی اس کے برابر میں کھڑا حدید ایک ٹانگ کو ترچھی کر کے دیوار سے لگا کر ہاتھ میں موبائل لئے نیلی شرٹ پر کالا پر پہنے سنجیدگی سے کھڑا تھا۔

"پتا ہے حدید! آج تمہاری چیمٹی مشال کورٹ آئی تھی۔" ارسا نے اس کی طرف مڑ کر کہا۔

"وہ انٹیلیجنس کا جو بندہ تھا زالان اس کی ایلی بائی بن کر آئی تھی۔ دل تو کر رہا تھا اس کا گلا دبا دوں۔ یا کورٹ سے باہر پھینک آؤں۔ مطلب کورٹ کو فیشن شو سمجھ رکھا ہے ان لوگوں نے۔ مجھے تو لگتا ہے کسی دن تمہاری چیمٹی کسی قاتل یا چور ڈاکو کی بھی ایلی بائی بن کر آجائے گی۔" اس نے چڑتے ہوئے کہا لیکن دوسری طرف سے جواب ندارد۔ جیسے کہ رہا کو کہ معزز صارف آپ کا مطلوبہ شخص اس وقت مصروف ہے۔

"مسٹر تم سن رہے ہو۔" ارسا نے اس کے آگے چٹکی بجائی۔ حدید نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیوں کوئی مسئلہ ہے؟" حدید نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کیا ہوا؟" اس نے اپنا چہرہ نیچے کر کے حدید کا جھکا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی۔

"مجھے سوری کہو۔" حدید نے موبائل اپنی پینٹ کی پاکٹ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"کیا؟ کیوں؟ اب میں نے کیا کیا؟" اس نے ایک ساتھ کئی سوال کئے۔

"تم نے مجھے لو کہ سب کے سامنے۔" اس نے معصومانہ انداز میں کہا۔

"اور؟" وہ مسکرائی۔

"تمہاری وجہ سے گائیڈ میری شکایت کرے گا سلیمان بھدانی سے۔" وہ روہنا سے ہوا۔

"اور؟" حدید نے آنکھیں سکیر کر اسے دیکھا۔

"تم میری دشمن ہو وہ گائیڈ بھی میرا دشمن ہے۔" ارسا کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"یہ لائف تمہاری دشمن ہے جینا چھوڑ دو۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم۔۔۔۔۔ تم بہت ڈیش ہو۔" وہ چلایا۔ ارسا کا نے بمشکل ہنسی ضبط کی۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی۔ بہت سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ دونوں سیدھے ہو کر کھڑے ہو گئے۔ ایک ادھیڑ عمر شخص بارعب انداز میں چلتا ہوا سامنے آیا۔ اس کے پیچھے پولیس کی وردی پہنے بہت سے گارڈز تھے۔ روشنی میں اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ وہ سلیمان ہمدانی تھا چیف جسٹس آف پاکستان*۔

"اسلام و علیکم سر۔" سلیمان ہمدانی کے قریب آتے ہی ان دونوں نے بیک وقت کہا۔

"و علیکم سلام۔ آپ دونوں بچے یہاں کیا کر رہے ہیں؟" ارسا نے حیرت سے حدید کو دیکھا۔

"سر حدید نے مجھے کہا کہ آپ نے کوئی ارجنٹ میٹنگ رکھی ہے ہمیں ایئر پورٹ جانا ہوگا۔" ارسا نے وضاحت دی۔

"سر جب آپ نے بتایا کہ آپ ایئر پورٹ سے سیدھا میٹنگ پلیس پر آئیں گے تو میں نے سوچا کہ ہم

دونوں آپ کو ویلکم کریں۔" سلیمان ہمدانی نے آنکھیں سکیڑ کر حدید کو دیکھا۔

"مسٹر حدید آپ کی شکایت مجھے گائیڈ سے مل چکی ہے اگر آپ کو لگتا ہے کہ اس طرح میری خوشامد کر

کے آپ ڈانٹ سے بچ جائیں گے تو آپ غلط ہیں۔ یہ ناممکن ہے۔" حدید کا چہرہ سرخ ہوا۔ ارسا

نے اپنی ہنسی ضبط کرنے کے لئے اپنا چہرہ نیچے کر لیا۔ سلیمان ہمدانی نے ان دونوں کو ایک نظر دیکھا

اور اپنے گارڈز کے ساتھ آگے کی طرف بڑھ گئے۔ ارسا نے اپنے پیچھے کھڑے گارڈز کو اشارہ کیا وہ بھی ان کے پیچھے چلے گئے۔ ان کی جاتے ہی ارسا کا قہقہہ بلند ہوا۔

"حدید سیریسلی؟ تم ڈانٹ سے بچنے کے لئے یہاں آئے تھے؟" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ حدید نے غصے سے اسے دیکھا۔

"تمہاری تو سب کے سامنے عزت کا جوازہ نکل گیا۔" وہ مسلسل ہنس رہی تھی۔
"تم تم واقعی الو ہو۔"

"تم بہت بڑے بے وقوف ہو۔" اس نے ہنستے ہوئے حدید کو دیکھا جو غصے سے اسے گھور رہا تھا۔ اس کی ہنسی کو بریک لگے۔

"اوکے اوکے نہیں ہنستی۔ لیکن سچ میں یہ بہت فنی تھا۔" وہ دوبارہ ہنسنے لگی۔ اور اس بار اس کی ہنسی کو بریک فائرنگ کی آواز سن کر لگے تھی۔ دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ حدید نے اپنی پیٹ کی پاکٹ سے گن نکالی ارسا نے بھی اسے دیکھ کر اپنے لائگ کوٹ کی پاکٹ سے گن نکالی۔ اور دلوں میں کسی کو کھودینے کا خوف لئے وہ دونوں باہر کی جانب بڑھے۔ فائرنگ کی آوازیں مسلسل بڑھ رہی تھیں۔ کالی سڑک پر سلیمان ہمدانی اور پولیس کی کچھ گاڑیاں کھڑی تھیں۔ جن کی دوسری طرف حدید کی گاڑی تھی۔ فائرنگ سڑک کے کنارے پر لگے درختوں کی اوٹ میں چھپے کچھ نقاب پوش کر رہے تھے۔ پولیس کے زیادہ تر گارڈز بھگدڑ کی وجہ سے سلیمان ہمدانی کو کور کرنے کے بجائے جوابی فائرنگ کرنے میں مصروف تھے۔

"ارسا میں سلیمان ہمدانی کے پاس جا رہا ہوں۔" حدید نے جلدی جلدی کہا تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا اور سلیمان ہمدانی کی طرف بھاگتے حدید کی طرف سے جوابی فائرنگ کرنے لگی۔ اسی اثناء میں وہ سڑک کی دوسری طرف حدید کی گاڑی کے قریب آگئی تھی جہاں کوئی گاڑی نہیں تھا۔ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اس کی نظر درخت کی اوٹ میں بیٹھے سلیمان ہمدانی کا نشانہ لیتے سناپر پر پڑی۔ اس نے گھبرا کر گاڑی کے بیچ میں کھڑے سلیمان ہمدانی کو دیکھا۔ پھر ہاتھ میں پکڑی اپنی پسٹل کو۔

"اللہ تعالیٰ مجھے معاف کیجے گا لیکن یہ ضروری ہے۔" اس نے سرگوشی کی اور سناپر کی ٹانگ کا نشانہ لینے لگی۔ بیک وقت دونوں نے ٹریگر دبایا تھا۔ پسٹل سے گولی نکل کر سناپر کی ٹانگ میں لگی۔۔۔ لیکن تب تک اس کی گن سے نکلی گولی گاڑی کا دائرہ چیرتے ہوئے سلیمان ہمدانی کے سر میں لگی۔ خون کا فوارہ نکلا تھا۔ ارسا نے بے یقینی سے یہ منظر دیکھا۔ وہ سن ہو گئی تھی۔ تمام آوازیں کہیں دور چلی گئیں تھیں۔

"ارسا وہاں سے ہٹو۔" حدید چلایا تھا۔ لیکن وہ سن نہ سکی۔ اس کی آنکھیں حیرت سے سلیمان ہمدانی کی ساکت لاش کو دیکھ رہی تھیں۔

"ارسا ہٹو وہاں سے۔" حدید دوبارہ چلایا تھا۔ اس کی آنکھ سے ایک آنسو پھسلا تھا۔ حدید اس کی طرف بھاگا تھا۔ ٹریگر دبایا گیا۔ گن سے نکلی گولی اس کی طرف بڑھی تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تھیں۔

-

:-

"ارسا ہٹو وہاں سے۔" حدید دوبارہ چلایا تھا۔ اس کی آنکھ سے ایک آنسو پھسلا تھا۔ حدید اس کی طرف بھاگا تھا۔ ٹریگر دبا گیا۔ گن سے منگلی گولی اس کی طرف بڑھی تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تھیں۔

"تمہیں پتا ہے حدید اگر ابو کے بعد میرا کوئی آئیڈیل ہے تو وہ ہمدانی سر ہیں۔" اس کے کانوں میں اپنی آواز گونجی۔

"مجھے آپ پر پورا یقین ہے کہ میرے واپس آنے تک آپ سب کچھ ہینڈل کر لیں گی ارسا۔" سلیمان ہمدانی نے کہا تھا۔

"ڈونٹ وری سر۔ آپ کو کوئی شکایت نہیں ملے گی۔" اس کا ذہن اس کا ساتھ چھوڑ رہا تھا۔ اچانک کوئی اس کے آگے آیا تھا۔ اسے دھکا لگا وہ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھی تھی۔ ہسٹل ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گری۔ گن سے منگلی گولی حدید کا بازو پھیرتے ہوئے منگلی تھی۔ درد کے مارے اس نے اپنے ہونٹ بھینچے تھے۔ فائرنگ رک گئی تھی۔ نقاب پوش اب واپس جا رہے تھے۔ کچھ پولیس کانسٹیبل ان کا پیچھا کرنے کے لئے دوڑے تھے۔ کچھ سلیمان ہمدانی کی لاش کو لے جا رہے تھے۔ حدید نے اپنے ہاتھ سے اپنے زخمی بازو کو پکڑا۔ بازو سے نکلتا خون سڑک پر گر رہا تھا۔ وہ پیچھے مڑا۔ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھی وہ ساکت سی سڑک پر گرتے اس کے خون کو دیکھ رہی تھی۔ اپنے درد کو برداشت کرنے کی وجہ اس کی رنگت سرخ ہو رہی تھی۔ وہ ہونٹ بھینچتے ہوئے گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھا۔

"ارسا۔" اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"سر؟" ارسا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ آنکھوں میں نمی جھلک رہی تھی۔

"اللہ ان کی شہادت قبول کرے۔" حدید نے سر جھکا کر کہا۔ آنسو گالوں پر پھسل رہے تھے، نقاب کیلا ہو رہا تھا۔ اس نے اپنا سر اپنے گھٹنوں پر ٹکا دیا۔ حدید نے گہری سانس لی۔ وہ چاہے جتنی بھی مضبوط تھی لیکن وہ ایک انسان تھی۔ جس کے سینے میں موجود دل دھڑکتا تھا۔ اپنی زندگی میں اس نے پہلی دفع اپنی آنکھوں کے سامنے کسی کو مرتے دیکھا تھا۔ اسے سنبھلنے میں وقت لگتا تھا۔

"ارسا۔" اس نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے۔

"اگر میں اس سناپر کو مار سکتی تو ہمدانی سر زندہ ہوتے نہ حدید۔ لیکن میں اسے نہیں مار سکی۔ ایک قاتل ہونے سے بچنے کے لئے میں نے ہمدانی سر کو کھو دیا حدید۔" اس نے سر اٹھا کر آنسو گراتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"ارسا اس میں تمہاری غلطی نہیں ہے۔ ان کی موت اسی وقت اسی جگہ اور اسی طرح لکھی تھی۔ ہم موت کو روک نہیں سکتے۔" حدید نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے کی نیلی پڑتی رنگت بتا رہی تھی کہ اس کی برداشت ختم ہو رہی ہے۔

"ارسا دیکھو ہمیں اب جانا ہوگا۔ یہ جگہ سیف نہیں ہے میڈیا کسی وقت بھی آ سکتی ہے۔" ارسا نے اپنے آنسو صاف کئے۔

"میڈیا کو کبھی پتا نہیں چلنا چاہیے کہ ہمدانی سر کا قتل ہوا ہے۔ وہ ایئر پورٹ سے آرہے تھے اس سڑک پر ان کی گاڑی درخت سے ٹکرائی۔ دو گارڈز اور ہمدانی سر جاں بحق ہو گئے۔" حدید نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ آنکھیں صاف کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آہ۔۔" اپنے بازو پر گرفت مضبوط کر کے کھڑے ہوتے ہوئے درد کے مارے اس کی آواز نکلی تھی۔ اپنے کوٹ کو جھاڑتے ہوئے ارسا نے چونک کر حدید کو دیکھا۔ اس کی نظر حدید کے خون آلود بازو پر پڑی۔

"حدید۔" وہ فق رنگت کے ساتھ آگے بڑھی۔

"تمہارا بہت خون بہ چکا ہے ہمیں ڈاکٹر کے پاس جانا ہوگا۔" حدید نے اس کی بات پر نفی میں سر ہلایا۔ "ڈاکٹر کے پاس جانا ٹھیک نہیں ہے۔ کوئی مسئلہ نہ کھڑا ہو جائے۔" اس نے گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"لیکن تمہارا زخم؟" ارسا نے آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھولا۔

"جیاسنبھال لے گی اسے۔" حدید نے اپنی چھوٹی بہن کے بارے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ گارڈز سلیمان ہدانی کی لاش لے کر چلے گئے تھے۔ "سنو میری لیو دے دینا اس ہفتے کی۔ میں کورٹ نہیں آؤں گی۔" اس نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔ حدید نے بے بسی سے اسے دیکھا تھا۔ وہ ابھی بھی خود کو مضبوط ثابت کرنے میں لگی تھی۔ آسمان پر تیزی سے چھاتے اندھیرے نے ترس بھری نگاہوں سے انہیں دیکھا تھا۔ وہ ایئرپورٹ خوشی خوشی کسی کو لینے گئے تھے۔ لیکن اپنے خون کے آنسو روتے دلوں کے ساتھ لوٹ رہے تھے۔ اور یہ تو

قدرت کا قانون ہے کہ ایک دن سب نے اپنے رب کی طرف لوٹ جانا ہے۔ یہ دنیا توفانی ہے۔ ((
ناس بتیجی وبتروح) لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں)

اک قصہ اڑتے پتوں کا

جو سبز رتوں میں خاک ہوئے۔

اک نوحہ شہد کے چھتوں کا

جو فصل گل میں راکھ ہوئے۔

کچھ باتیں ایسی رشتوں کی

جو بیچ نگر میں ٹوٹ گئے۔

کچھ یادیں ایسے ہاتھوں کی

جو بیچ بھنور میں چھوٹ گئے۔

تم دشت طلب میں ٹہر گئے

ہم قریہ جان کے پار گئے۔۔۔

- :-

اوڑھ کر مٹی کی چادر بے نشان ہو جائیں گے،

ایک دن آئے گا ہم بھی داستاں ہو جائیں گے۔۔۔

"عدالت نے وکیل کو گواہ پیش کرنے کا حکم دیا تھا۔ جو کہ وہ پیش نہیں کر سکے۔ اسی لئے عدالت اپنا

فیصلہ سنانے جارہی ہے۔ گواہوں کے بیانات اور تمام پیش کردہ ثبوتوں کو دیکھتے ہوئے یہ عدالت

ملزم زلالان حیدر کو بے گناہ قرار دیتی ہے۔" اس نے بلند آواز کے ساتھ کہا تھا۔ آج پورے ایک

ہفتے کے بعد وہ کورٹ آئی تھی۔ سفید رنگت والا چہرہ بے تاثر تھا۔ نقاب سے جھانکتے آنکھیں سرخ

ہو رہی تھیں۔

"عدالت درخواست ہوئی۔" کٹھڑے میں کھڑے زالان نے سر اٹھا کر اسے دیکھا جواب باہر جا رہی تھی۔
 - کمرہ عدالت میں بیٹھا ہادی کرسی سے اٹھ کر لنگڑاتا ہوا زالان کے پاس آیا۔
 "بہت بہت مبارک ہو سڑے ہوئے ککڑ۔" ہادی نے اسے ہنستے ہوئے گلے لگایا تھا۔ وہ مسکرایا۔
 اور دونوں باتیں کرتے کمرہ عدالت سے باہر نکل گئے۔

:-

تم آرزو کے دیسے جلا کے

خدا سے اچھی امید رکھنا

خزاں کے موسم کی رخصتی پر

بہارے گل کی نوید رکھنا

وہ تیرا رب ہے وہ تیرا اپنا

اسی کو اپنا حبیب رکھنا

اسی سے کرنا تودل کی باتیں

تو آنکھ میں اک نمی سی رکھنا

وہ تیرا رب ہے وہ تیرا اپنا

اسی سے راز و نیاز رکھنا

اسی سے غم کی کہانی کہنا

غموں کا دل میں جہان رکھنا

رحیم ہے وہ،

کریم ہے وہ،

تو رب کو اپنے عزیز رکھنا

ہے سانس سے بھی قریب تر وہ،

اسی کو اپنے قریب رکھنا---

ایک ہاتھ سے اسکارف سیٹ کرتی ہوئی وہ کورٹ روم سے نکل کر آفس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اپنے آفس کے دروازے سے ٹیک لگائے ایک ٹانگ ترچھی کر کے دروازے پر پاؤں ٹکا کر کالے کوٹ پینٹ میں ملبوس ایک ہاتھ سے موبائل چلاتے اس نے نظر اٹھا کر سامنے سے آتی ارسا کو دیکھا۔

"ہائے۔" اس نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلا کر کہا تھا۔ جبکہ وہ بنا اس کی طرف دیکھے تیز تیز چلتی اپنے آفس میں داخل ہوئی اور دروازہ بند کر دیا۔ حدید نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"پورے ایک ہفتے بعد محترمہ کورٹ آئی ہیں پھر بھی مجھے ہی نخرے دکھا رہی ہیں۔ ان کی وجہ سے اپنا معصوم بازو زخمی کروایا اور ایک یہ میڈم ہیں کہ طبیعت کا پوچھا بھی نہیں۔" صحیح ہے بھئی۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کی آفس کا دروازہ کھولا۔ جہاں وہ آنکھیں موندے شیشے کی ٹیبل کے پار راکنگ چئیر پر جھول رہی تھی۔ اس نے زور سے دروازہ بند کیا۔ لیکن ارسا نے کوئی رسپانس نہیں دیا۔

حدید نے زور سے کرسی کھینچی۔ تب بھی اس نے کوئی حرکت نہیں کی۔ وہ جمپ لگا کر کرسی پر بیٹھا۔ لیکن جواب نہ ارد۔ اس نے پاس پڑی فائل زور سے ٹیبل پر پھینکی۔ لیکن اسے مایوسی ہوئی۔ سامنے پڑی کرسی کو زور سے قریب کر کے پوری طاقت سے اس پر ٹانگیں ماریں لیکن مقابل بھی ڈھیٹ تھا۔

"ارسا۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"انسانوں کی طرح پہلے ہی بلا لیتے تو جواب مل جاتا۔" اپنی اس عزت افزائی کو کھلے دل سے معاف کرتے ہوئے وہ مسکرایا۔

"کیسی ہو؟" اس نے پوچھا۔

"ٹھیک نہیں ہوں حدید۔" اس نے گہری سانس لی۔

"یوں لگتا ہے جیسے میری کہانی ختم ہو گئی ہے۔ اب بس یہ چند سانسیں گزارنی ہیں۔ زندگی خالی خالی لگنے لگی ہے۔" آنکھیں ہنوز بند تھیں۔ حدید نے گہری سانس لی۔

"میں جس ظالم ملکہ کو جانتا ہوں وہ کبھی ہمت نہیں ہارتی۔ وہ تو ایک مضبوط اور اسٹرونک گرل ہے۔ جس نے ایک دفعہ مجھ سے کہا تھا کہ حدید اگر وہ ہماری جانیں لیں گے تو ہم اپنی جانیں دیں گے لیکن اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔" اس نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ارسابی اسٹرونک! دیکھو بھدانی سر اپنے بعد تمہیں اس ٹیم کا لیڈر مقرر کر کے گئے تھے نا۔ تو اب ہماری ٹیم کو تم نے سنبھالنا ہے۔ بھدانی سر کی سالوں کی محنت اور قربانی رائیگاں نہیں جائے گی۔ تم ایسا نہیں ہونے دو گی۔ ٹھیک ہے۔" ارسا نے اپنی آنکھیں کھولیں۔

"ہمت ہی نہیں ہوتی۔ جو سیٹ بھدانی سر کا حق ہے جس کے لئے سالوں انہوں نے محنت کی میں اس پر کیسے بیٹھ جاؤں؟" اس نے سیدھا ہوتے ہوئے کہا۔

"ارسا اس طرح مت سوچو۔ دیکھو۔ ہمدانی سر کو مارنے والے ہمیں کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر تم نے ہمت ہار دی تو وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔" حدید نے دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ سب اتنا آسان نہیں ہے جتنا لگتا ہے۔ اگر میں نا کر پائی تو خود پر یقین کرنا تو بالکل آسان نہیں ہے۔"

"کچھ بھی آسان نہیں ہوتا ارسا۔ ہر چیز کو آسان بنانا پڑتا ہے اپنے لئے راہیں خود ہموار کرنی پڑتی ہیں۔ اور خود پر یقین کرنا تو بہت آسان ہے۔ اس کے لئے چھوٹی چھوٹی چیزوں سے شروعات کرنی ہوتی ہے۔ جیسے آپ یہ پیپر حل کر لیں گے یا آپ یہ چیز ٹھیک سے کر سکتے ہیں۔ اور ظاہر ہے ہمدانی سر نے تم میں ٹیلنٹ دیکھا تھا تبھی تو انہوں نے تمہیں چنا تھا نا۔" ارسا نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں نے کل ججز کی میٹنگ رکھی ہے تمہیں اپنی سیٹ سنبھالنی ہے۔" اس نے ارسا کو اطلاع دی۔

"لیکن حدید۔۔۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں تم آرہی ہو بس کنفرم ہے۔" حدید نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ارسا نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

"ویٹس لائنک ارسا ہاشم۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ایک ہفتے سے اداس فضا بھی مسکرائی تھی۔

:-

کاغذی کاروائی پوری کر کے وہ دونوں اب کارپورچ میں کھڑے تھے۔

"ایک تو میں اتنی مشکل سے ہمت کر کے صرف تمہاری وجہ سے کورٹ آیا ہوں۔ اور تم نے ابھی بھی سڑی ہوئی شکل بنائی ہوئی ہے۔" ہادی نے بیزار سے اسے دیکھا۔ جو کہ پیچھے مڑ کر کورٹ کو دیکھ رہا تھا۔

"ہادی تم یہیں رکو میں بس ابھی آیا۔" یہ کہ کر زلالان اندر کی طرف بڑھا۔ تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے وہ کاریڈور میں چل رہا تھا۔ ججز کی نیم پلیٹ پڑھتے ہوئے ارسا کے آفس کس باہر رکا۔

"سیشن جج ارسا ہاشم۔" بڑے بڑے الفاظوں سے لکھا اس کا نام جگمگا رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ ناک کیا۔ فائل پر جھک کر کچھ پڑھتے ہوئے اس نے سر اوپر اٹھایا۔ ٹھوڑی پر ٹکا نقاب اوپر کیا۔ "یس۔" اندر سے آنے والی آواز پر اس نے دروازہ کھولا اور اندر کی طرف بڑھا۔

"جی فرمائیے مسٹر۔" ارسا نے اپنے ہاتھوں کو باہم ملاتے ہوئے کہا۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" اس نے آفس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"سن رہی ہوں۔" زلالان نے ادھر ادھر دیکھا۔

"کیا ہم کہیں اور بات کر سکتے ہیں؟" ارسا نے ایک ابرو اوپر اٹھائی۔

"ٹھیک ہے کل شام میرے گھر آ جائیے گا۔" اس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ زلالان نے سر اثبات میں ہلایا۔

کچھ لمحے وہ یونہی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے دیکھتا رہا پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ ارسا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"عجیب آدمی ہے۔" وہ بڑبڑاتی۔ اور پھر کام میں لگ گئی۔ سورج ڈھلنے لگا تھا۔ سردی بڑھ رہی تھی۔۔

کیا حال سنائیں دنیا کا
کیا بات بتائیں لوگوں کی۔۔۔!

دنیا کے ہزاروں موسم ہیں
لاکھوں ہیں ادائیں لوگوں کی۔۔۔!

کچھ لوگ کہانی ہوتے ہیں
دنیا کو سنانے کے قابل۔۔۔!

کچھ لوگ نشانی ہوتے ہیں
بس دل میں چھپانے کے قابل۔۔۔!

کچھ لوگ گزرتے لمحے ہیں
اک بار گئے تو آتے نہیں۔۔۔!

ہم لاکھ بلانا چاہے بھی
پرچھائیں بھی ان کی پاتے نہیں۔۔۔!

کچھ لوگ خیالوں کے اندر
جذبوں کی روانی ہوتے ہیں۔۔۔!

کچھ لوگ کٹھن لمحوں کی طرح



پلکوں پہ گرانی ہوتے ہیں۔۔۔!
 کچھ لوگ سمندر گہرے ہیں
 کچھ لوگ کنارہ ہوتے ہیں۔۔۔!
 کچھ ڈوبنے والی جانوں کو
 تنکوں کا سہارا ہوتے ہیں۔۔۔!
 کیا حال سنائیں اپنا تمہیں
 کیا بات بتائیں جیون کی۔۔۔۔!
 اک آنکھ ہماری ہنستی ہے
 اک آنکھ میں رت ہے ساون کی۔۔۔!
 ہم کس کی کہانی کا حصہ
 ہم کس کی دعائیں شامل ہیں۔۔۔!
 ہے کون جو رستہ تختا ہے
 ہم کس کی وفا کا حاصل ہیں۔۔۔!

۔۔۔ ظالم ملکہ۔۔۔

آرزوئیں خون ہو یا حسرتیں پامال ہوں
 اب تو اس دل کو تیرے قابل بنانا ہے مجھے۔۔۔

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ ہلکی ہلکی بوند باندی ہو رہی تھی۔ فروری کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ مسلسل بارشوں کی وجہ سے ٹھنڈ بہت بڑھ گئی تھی۔ بارش کی بوندیں سڑکوں کو گیلہ کر رہی تھیں۔ اس بڑے سے بنگلے کی دوسری منزل پر موجود بالکنی میں بوندوں کے گرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ اچانک بجلی زور سے چمکی تھی۔ بیڈ پر بیٹھی کمبل میں دہکی ارسا نے سر اٹھا کر بالکنی کی طرف دیکھا۔ نیلی شرٹ پر پنک ٹراؤزر پنک ہی دوپٹہ پہنے بالوں کی پونی بنائے ہاتھ میں لیپ ٹاپ لئے وہ مصروف لگ رہی تھی۔ کمرے میں بیڑ چل رہا تھا جس کی وجہ سے کمرے میں ٹھنڈ کچھ کم تھی۔ اس نے گہری سانس لی اور دوبارہ لیپ ٹاپ پر کچھ لکھنے لگی۔

"شہ مات کیا ہوتی ہے؟ ایک ہفتے غور و فکر کرنے کے بعد مجھے پتا چلا۔ شہ مات مطلب (fall of the king) بادشاہ کا گرنا۔ شطرنج میں بادشاہ کے خلاف چلنے والی آخری چال کو شہ مات کہتے ہیں۔ اور شہ مات سب کو ملتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شہ مات اس آخری چال کو کہتے ہیں جس کے بعد (Game Over) کھیل ختم۔ مجھے لگتا ہے یہ زندگی بھی ایک کھیل ہے جس کو ہم سب الگ الگ طریقوں سے کھیلتے ہیں، مختلف چالیں چلتے ہیں۔ لیکن اس کھیل کے آخر میں ہم سب کو ہارنا ہے ایک ہی چال سے۔ شہ مات۔ موت اس کھیل میں شہ مات نامی آخری چال چلتی ہے مختلف طریقوں سے۔۔۔ جس کے بعد ہر بادشاہ ہر ملکہ کو زندگی سے ہارنا ہے۔ میرا ماننا ہے کہ موت کا دوسرا نام شہ مات ہے۔ جس کا سامنا سب کریں گے۔ ہر جاندار اور بے جان چیز۔ موت کسی پر رحم نہیں کرتی۔ کیونکہ وہ شہ مات نامی چال چلتی ہے جو بڑے بڑے بادشاہوں اور ملکاؤں کو گرا دیتی ہے جو زندگی کے اس کھیل کو جیتنے کی

پوری کوشش کرتے ہیں۔ لہذا خطرناک ہے شہ مات۔ لیکن یہ سب کے مقدر میں ہے۔ آپ چاہنے کے باوجود اس سے بچ نہیں سکتا۔۔۔"

حرکت کرتی انگلیاں رکیں تھیں۔ اس نے نظر اٹھا کر کھڑکی کی طرف دیکھا۔ جہاں بارش کی بوندیں کھڑکی سے ٹکرا رہی تھیں۔ قسمت نے جوش سے تیز ہوتی بارش کو کہا تھا کہ :

"موت نے بادشاہ کو شہ مات دے دی ہے اب ملکہ کی باری ہے بہت جلد لیکن اپنے وقت پر" فہنا چوکی تھی۔ اور ہو سکتا ہے کہ ملکہ خود شہ مات نامی چال چلے۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے وہ بھی شہ مات کا شکار ہو جائے۔ یہ بات تقدیر کے سوا کون جانے؟

"موت نے بادشاہ کو شہ مات دے دی ہے۔۔۔ اب ملکہ کی باری ہے بہت جلد لیکن اپنے وقت پر"

urdu
novels mania
www.urdu novels mania.com

اب میسر ہے دل کو سہارا اپنا

اب روح سے آشنائی ہے

ٹھیک کہا ہے کسی نے

سچا ہم سفر تنہائی ہے!!.....

یہ ایک بڑا سا اپارٹمنٹ تھا۔ جہاں بڑے بڑے تین کمرے تھے۔ سب کے دروازے بند تھے۔

لاونج کی لائٹ جل رہی تھی۔ جہاں صوفے پر ہادی بیٹھا تھا۔ ٹانگ پر ہٹی بندھی تھی۔ سامنے موبائل اور

لیپ ٹاپ پڑا تھا۔ جن پر اس کی انگلیاں تیز رفتاری سے چل رہی تھیں۔ لاونج کے سامنے والے

دونوں کمرے خالی تھے۔ جبکہ کچن کے پاس والے کمرے کی کھڑکی کے پاس وہ بیٹھا تھا۔ کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ خاکی پیٹ پر گرین ٹی شرٹ پہنے ماتھے پر سیاہ بال بکھرے ہوئے تھے۔

"زالان مجھے تنگ نہ کیا کریں چلی گئی ناکسی دن پھر بیٹھ کر معافیاں مانگیں گے۔"

"آپ چلے جائیں اور جا کر بھول جائیے گا کہ آپ کی کوئی بہن بھی تھی۔"

"زالان مت جائیں۔ میں آپ کے بغیر کیا کروں گی۔ پلیز بھائی۔۔۔۔"

"مرگئی فاطمہ۔۔۔"

"کوئی کسی کے بغیر نہیں مرنے لگتا۔ یہ سب صرف کہنے کی باتیں ہوتی ہیں۔۔۔"

برستی بارش کا ایک قطرہ کھڑکی سے ٹکرایا تھا۔ ایک آنسو ٹوٹ کر اس کے گال پر پھسلا تھا۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے بے بسی سے اپنا سر گھٹنوں پر ٹکا دیا۔

urdu
novels mania
www.urdu novels mania.com

میری ذات ذرہ بے نشان

میں وہ کس طرح سے کروں بیان

جو کئے گئے ہیں ستم یہاں

سنے کون میری یہ داستان

کوئی ہم نشین ہے نہ رازداں

جو تھا جھوٹ وہ بنا سچ یہاں

نہیں کھولی مگر میں نے زبان

یہ اکیلا پن یہ اداسیاں

میری زندگی کی ہیں ترجمان
 میری ذات ذرہ بے نشان
 کبھی سونی صبح میں ڈھونڈنا
 کبھی اجڑی شام کو دیکھنا
 کبھی بھگی پلکوں سے جاگنا
 کبھی بیتے لمحوں کو سوچنا
 مگر ایک پل ہے امید کا
 ہے مجھے خدا کا جو آسرا
 نہیں میں نے کوئی گلا کیا
 نہ ہی میں نے دی ہیں دو ہایاں
 میری ذات ذرہ بے نشان
 میں بتاؤں کیا مجھے کیا ملے
 مجھے صبر ہی کا صلہ ملے
 کسی یاد ہی کی ردا ملے
 کسی درد ہی کا صلہ ملے
 کسی غم کی دل میں جگہ ملے
 جو میرا ہے وہ مجھے آ ملے



رہے شادیوں نہی میرا جاں
کہ یقین میں بدلے میرا گمان
میری ذات ذرہ بے نشان

میری سرکشی بھی تھی منفرد
میری عاجزی بھی کمال تھی۔۔۔

میں انا پرست بلا کا تھا،

سو گرا تو اپنے ہی پاؤں میں۔۔۔

(وہ سڑک پر گاڑی کے پیچھے کھڑی تھی۔ فائرنگ کی آوازیں بڑھ رہی تھیں۔ ایک گولی اس آدمی کے سر میں لگی تھی۔ خون کا فوارہ نکلا تھا۔

منظر بدلتا تھا۔ ایک چھوٹی سی بچی دولاشوں کے سر پر کھڑی تھی۔ اس نے جھک کر فرش پر انگلی رکھی تھی۔ اس کی انگلی پر خون لگا تھا وہ ڈر کر پیچھے ہوتی۔

دوبارہ منظر بدلا۔ ایک بڑی سی بلڈنگ کے دروازے پر ایک بچی بیٹھی تھی۔ اس کے رونے کی آوازیں اس کے کانوں میں پڑ رہی تھیں۔

"زالان مت جائیں۔"

"آپ ایسے اپنی بہن کو چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔"

اس نے اپنے کانوں پر اپنے ہاتھ رکھے تھے۔ اس بچی کی آوازیں تیز ہو رہی تھیں۔ دور سے اس بچی کو دیکھتے اس نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر چیخ ماری تھی۔)

وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ ادھر ادھر نظریں دوڑائیں۔ بارش رک چکی تھی۔ اس نے لمبی لمبی سانسیں لیں پھر دیوار پر لگی گھڑی کو دیکھا۔ رات کے چار بج رہے تھے۔ اس نے آہستہ سے کمر بٹایا اور بیڈ سے کھڑی ہو گئی۔ اس نے پونی میں بندھے بالوں کا جوڑا بنایا۔ سر پر دوپٹہ لیا۔ بیڑ بند کر کے بالکنی میں آئی۔

"میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتے تم دونوں بہن بھائی۔" اس نے گیلی سڑک کو دیکھتے ہوئے کہا۔
"کیوں میرے خوابوں میں آتی ہو فاطمہ حیدر؟" وہ بڑبڑاتی تھی۔

"کیوں یاد آتے ہو مجھے زلالان حیدر؟" اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ ایک دم وہ چونکی تھی۔
"زالان حیدر۔" وہ بڑبڑاتی۔

"قتل کے اس کیس کو آپ سنبھالیں گی۔"

"کیا آپ اعتراف جرم کرتے ہیں؟"

"نہیں۔"

"شکریہ۔ آپ کے کہنے پر اب وہ مجھے نہیں مارتے۔"

اس کے کانوں میں آوازیں گونجیں۔

"یا اللہ جو میں سوچ رہی ہوں وہ غلط ہو پلیز۔" وہ بڑبڑاتی۔

پھر واپس کمرے کی طرف بڑھی تھی۔ واشروم جا کر اس نے وضو کیا۔ پھر باہر آئی اور جائے نماز بچھایا۔ کبڈ کھول کر نماز کی چادر نکال کر اوڑھی۔ پھر نماز پڑھنے لگی۔ سکون سے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔۔۔ ہوا کو ماننا پڑے گا کہ ظالم ملکہ خود کو چھپانے میں ماہر ہے۔ الگ الگ جگہوں پر الگ الگ روپ میں آنا وہ بخوبی جانتی ہے۔ کیونکہ وہ ملکہ تھی ظالم ہی صحیح۔۔۔

نہیں نا خوش کریں گے رب کو اے دل تیرے کہنے سے اگر یہ جان جاتی ہے خوشی سے جان دے دیں گے۔۔۔

شام کے پانچ بج رہے تھے۔ ٹھنڈی تیز ہوا چل رہی تھی۔ کل رات ہونے والی بارش کی وجہ سے موسم اچھا تھا۔ جس سے لطف اندوز ہونے کے لئے لوگ سڑکوں پر نکلے ہوئے تھے۔ ایک بڑے بینگلو کے سامنے اس کی گاڑی رکی تھی۔ گاڑی سے اتر کر اس نے اپنے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔ گیٹ سے اندر داخل ہو کر اس نے اپنی نظریں دوڑائیں۔ ایک طرف بڑا سالان تھا۔ دوسری طرف پارکنگ ایریا تھا جہاں بہت سی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ بیچ میں قالین بچھا تھا۔ اس قالین پر قدم رکھتی وہ اندر کی طرف بڑھی۔ اندر ایک سائیڈ پر بڑا سالان تھا۔ اور دوسری طرف کچھ کمرے تھے۔ اور بیچ میں راہداری تھی۔ راہداری کی چھت پر بڑا سا فانوس لٹک رہا تھا۔ فانوس کے آس پاس چلتی لائٹس ماحول کو اور زیادہ خوبصورت بنا رہی تھیں۔ وہ دائیں طرف بنے کمرے کی طرف بڑھی۔ کمرے میں بھی لائٹس لگی تھیں۔ دیواروں پر بہت سے کبڈ بنے تھے۔ جن پر مختلف نام جگمگا رہے تھے۔ بیچ میں لگے کبڈ پر چیف جسٹس سلیمان ہمدانی کا نام جگمگا رہا تھا۔ آنکھوں میں نمی آئی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر

ایک کبڈ کھولا جس پر سیشن جج ارسا ہاشم لکھا تھا۔ کبڈ میں لال رنگ کا چغہ رکھا تھا۔ اس نے چغہ نکالا اور ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھی۔ اپنے دونوں ہاتھوں کو پیچھے لے جا کر چغے کو کندھے پر لٹکایا۔ گردن کے نیچے ڈوری باندھی، ہڈیوں کو سر پر ڈالنے کے بجائے کمر پر گرایا۔ پھر ٹیبل پر پڑا ایک بیج اٹھایا۔ سفید رنگ کا چاند جس پر لال رنگ سے "(delay of justice is injustice)" انصاف میں دیر کرنا نا انصافی ہے "لکھا تھا۔ بیج لگا کر وہ کمرے سے نکل کر ہال میں آئی۔ سفید ٹائلز دیواروں پر ہوا سفید رنگ چھت پر لٹکتے فانوس چاروں اطراف چلتی لائٹیں کمرے کو خوبصورت بنا رہی تھیں۔ ہال میں ایک بڑی سی ٹیبل تھی جس کے دائیں بائیں پندرہ پندرہ کرسیاں تھیں۔ ان کرسیوں پر لال چغوں میں ملبوس مجرب بیٹھے تھے۔ ارسا کے اندر آتے ہی وہ سب کھڑے ہو گئے۔ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی وہ ٹیبل کے پاس آئی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور سامنے پڑا مائیکروفون لگانے لگی۔ جو کہ وہاں کھڑے تمام افراد نے لگائے ہوئے تھے۔ اس نے ان سب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ سب بیٹھ گئے۔

"چیف جسٹس سلیمان ہمدانی کی موت نے ہم سب کو دکھ دیا ہے۔ انہوں نے ہماری ٹیم کو بہت اچھے طریقے سے سنبھالا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں۔" مائیکروفون کی وجہ سے اس کی آواز پورے ہال میں گونجی تھی۔

"جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ جانے سے پہلے ہمدانی سر اس ٹیم کی لیڈر شپ کی ذمہ داری مجھے دے گئے تھے۔ لہذا اب ہماری ٹیم بغیر لیڈر کے نہیں ہے۔ اور رولز کے مطابق میں اپنا اسٹنٹ (نائب) سیشن جج مسٹر حدید کو چنتی ہوں۔" اس نے سب کی طرف نظریں دوڑائیں۔

"تھینک یو۔" حدید نے سر تسلیم خم کیا۔

"ہم سب ایک طرح سے اس وقت حالت جنگ میں ہیں۔ یہ جنگ انصاف کی جنگ ہے۔ ہماری آرمی بارڈر پر دشمن سے مقابلہ کر رہی ہے۔ لیکن ہمارا کام بھی ان سے کم نہیں ہے۔ اس ملک کے غدار کرپٹ حکمران اس ملک کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں۔ ہماری غریب عوام کے سامنے اگر کورٹ کا نام لیا جائے تو وہ خوف سے کانپنے لگتی ہے۔ ہمارا مقصد اس خوف کو ختم کرنا ہے۔ کہ مظلوم عوام کورٹ کو اپنا دوسرا گھر سمجھیں۔ اور یہ سب صرف انصاف سے ممکن ہے۔ ہمیں انصاف کے لئے اپنی جانوں کی قربانی بھی دینی پڑی تو دیں گے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، عدل قائم کرو اللہ کے لئے شہادت کو قبول کرو خواہ یہ خود تمہارے خلاف ہو خواہ وہ امیر ہو یا غریب اور لوگوں سے نفرت تمہیں انصاف کرنے سے نارو کے اس نے گہری سانس لی۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نے فرمایا کہ :

"عدل حکمرانی کی بنیاد ہے۔"

اللہ ہمیں اس مقصد میں کامیاب کرے۔ "حدید مسکرایا تھا۔

"اگر مس ارسا اپنا غصہ تھوڑا کم کر دیں تو یہ ایک اچھی لیڈر ثابت ہو سکتی ہیں۔" حدید نے اپنی برابر میں بیٹھی لڑکے کے کان میں سرگوشی کی۔ لیکن مائیکروفونز کی وجہ سے آواز پورے ہال میں گونجی تھی۔ سب کے چہروں پر مسکراہٹ آئی تھی۔

"حدید مجھے تمام کیلکس کی تفصیلات چاہئیں۔ اور سب سے پہلے اپنی اس شوخ طبیعت کو سائیڈ پر رکھ کر تھوڑا سنجیدہ ہو جائیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ کیوں بھلا۔" حدید نے پوچھا۔

"یہ بات تو میرے جانے کے بعد یہاں بیٹھے لوگ آپ کو بتائیں گے۔" اس نے مائیکروفون اتارتے ہوئے کہا۔

"امید ہے آپ لوگوں کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" اس نے با آواز کہا۔ اور باہر کی طرف بڑھی۔ جبکہ پیچھے حدید کی چیخیں بلند ہوئی تھیں۔ اس کی مسکراہٹ اور گہری ہوتی تھی۔ عجیب منظر تھا اس کی آنکھوں میں نمی تھی اور ہونٹ مسکرا رہے تھے۔ اپنے مغرور انداز سے وہ اس وقت واقعی ملکہ لگ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر کوئی اسے شہزادی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ وہ ملکہ تھی۔ Queen Irsa HashiM

افلاک کے پردوں سے جاری ہوا فرمان
والعصر خسارے ہی خسارے میں ہے انسان۔۔

گاڑی اس کے گھر کے باہر رکی۔ فائل پر جھکی ارسا نے سر اٹھایا۔ اس کی نظر گھر کے باہر گارڈن میں کھڑے زالان پر پڑی۔ اس نے فائل بند کی اور گاڑی سے باہر نکلی۔ ڈرائیور کو اندر جانے کا اشارہ کیا اور خود گارڈن کی طرف بڑھی۔ زالان بھی اسے دیکھ چکا تھا تبھی اس کے پاس آیا۔ لال اور کالے

رنگ کے کنٹر اس پرٹی شرٹ پہنے کالی پیٹ پہنے وہ جیل والے زالان سے مختلف لگ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ارسا اس کے قریب آئی۔

"مجھے زیادہ دیر تو نہیں ہوئی۔" اس نے اس کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔
 "نہیں میں بس ابھی آیا تھا۔" اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"درست۔۔ اندر آ جاؤ۔" یہ کہہ کر وہ واپس مڑی اور اندر چلی گئی۔ زالان اس کی پشت دیکھ کر رہ گیا۔
 "میں آپ کو اندر بلارہی ہیں۔" کچھ دیر بعد گارڈ اس کے پاس آیا۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور اندر کی طرف بڑھا۔ دروازے سے اندر داخل ہو کر اس نے ایک نظر ادھر ادھر دیکھا۔ بڑا سا بینگن جس کے سائیڈ میں لان میں رکھی کرسیوں میں سے ایک پر وہ بیٹھی تھی۔
 زالان اس کی طرف آیا اور کرسی پر بیٹھا۔

"جلدی بولوسن رہی ہوں۔" اسے خاموش دیکھ کر ارسا نے کہا۔

"آپ میری ایک بات مانیں گی۔" اس نے جھجھکتے ہوئے کہا۔

ارسانے ایک ابرو اوپر اٹھائی۔
 www.urdu novels mania.com

"بات بتاؤ مسٹر پہیلیاں نہ بکھواؤ۔" اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ آپ کچھ عرصے کے لئے یہ ملک چھوڑ دیں آپ کہیں دور چلی جائیں۔" اس نے
 جلدی جلدی کہا۔

ارسانے حیرت سے اسے دیکھا۔

"مسٹر زالان حیدر تم بھول رہے ہو کہ میں تمہارے کیس کی جج رہ چکی ہوں۔ ابھی اگر اپنے ہی فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں چلی گئی تو تم اپنی زبان کی وجہ سے پھانسی کے تختے پر ہو گے۔" زالان نے سر جھکایا۔

"ویل مجھے یہ بتاؤ کہ میں یہاں سے کیوں چلی جاؤں وجہ؟" اس نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا۔
 "اگر میں آپ کو وجہ نہ بتاؤں تو۔۔؟" اس کا دل کیا وہ سامنے بیٹھے اس شخص کا سر پھاڑ دے۔
 "مسٹر پہلے تو تم میری جاسوسی کروا رہے ہو پھر تم میرے آفس آتے ہو کہ مجھے آپ سے بات کرنی ہے لیکن یہاں نہیں پھر تم میرے گھر آ کر کہتے ہو میں اپنا ملک چھوڑ کر کہیں دور چلی جاؤں۔ اور وجہ بھی نہیں بتاتی۔ لگتا ہے جیل میں تم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہو۔" اس نے طنز بھرے لہجے میں کہا۔
 "بات سمجھنے کی کوشش کریں میں آپ کو وجہ نہیں بتا سکتا۔" زالان نے الجھ کر کہا۔
 "ٹھیک ہے جب تمہارا دماغی توازن ٹھیک ہو جائے پھر میرے پاس آنا۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"پرسوں رات اگر وجہ بتانا چاہو تو اس ایڈریس پر آ جانا۔" اس نے ایک کاغذ اس کی طرف بڑھایا۔ اور اسے گھورتے ہوئے جانے کے لئے مڑی۔

"سنو۔" زالان نے اس کی طرف دیکھا۔

"تمہاری کوئی بہن ہے؟" زالان کے گلے میں گٹی ابھری۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"نام؟" اس نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا۔

"فاطمہ۔" اس کا چونکی۔

"کہاں ہے؟"

"جب پتا چلا تو آپ کو ضرور بتاؤں گا۔" یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔ ارسا نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ اس کا شک صحیح تھا۔ ایک آنسو اس کے گال پر پھسلا تھا۔

"اللہ تعالیٰ پلیز میری مدد کریں۔" اس نے سر اٹھا کر کہا۔ اور اندر کی طرف بڑھ گئی۔

غم زندگی تیری راہ میں

شب آرزو تیری چاہ میں

جو اجر دیا وہ بسا نہیں

جو بچھڑ گیا وہ ملا نہیں

"زالان۔۔۔ زالان کہاں ہو بات سنو۔" اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے زالان کے کانوں سے ہادی کی آواز ٹکرائی۔

"ہاں بولو کیا بات ہے؟" اس نے اندر آتے ہوئے کہا۔

"یہ دیکھو۔ تم نے بالکل درست فرمایا تھا۔" ہادی نے لیپ ٹاپ اس کے آگے کیا۔

"انصاف مہم کی لیڈر سیشن جج ارسا ہاشم بن گئی ہے۔" ہادی نے حلقے بھنے انداز میں کہا۔

"جانتا ہوں۔۔۔"

"تو۔۔۔۔۔ اب؟" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں پوچھا۔

"اب یہ کہ حسیب کمانڈر کے آرڈرز کا انتظار کرنا ہے۔" ہادی نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہادی تمہیں نہیں لگتا کہ ہم یہ ٹھیک نہیں کر رہے۔" ہادی کی پیشانی پر بل آئے۔
 "کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہم لوگ اپنے ملک کے دشمنوں کے خلاف ایک ہونے کے بجائے اپنے ہی لوگوں کو مار رہے ہیں۔ حبیب کمانڈر کو لگا کہ شاید چیف جسٹس کو مار کر وہ اس مہم کو ختم کر سکتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ہادی وہ لوگ نہیں رکیں گے آخر ہم کتنی جانیں لیں گے؟" اس نے سر جھکا کر کہا۔

"کل چیف جسٹس آج ارسا آئندہ کوئی اور۔ ہم اپنے ہی ہم وطنوں کے خون سے اپنے ہاتھ کب تک رنگیں گے؟" اس نے دھیمی لہجے میں کہا۔

"تم کہاں سے آرہے ہو؟" ہادی نے اپنے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر پوچھا۔

"میں۔۔۔ بس یہیں پارک گیا تھا۔" اس نے جلدی سے کہا مبادا پکڑا ہی نہ جائے۔

"اچھا!!!!!!۔۔۔۔۔ چلو میں نے مان لیا۔ اور میری بات غور سے سنو یہ سب باتیں ہمارے کمانڈرز کے سوچنے کی ہیں ہمارا کام جو آرڈرز ملیں ان پر عمل کرنا ہے۔ سمجھے؟" زالان نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

www.urdupovelsmania.com

"ہادی ایک وعدہ کرو مجھ سے۔" اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

"تم۔۔۔ تمہیں اگر آرڈرز بھی ملیں تب بھی تم ارسا کو نہیں مارو گے۔" ہادی چونکا۔

"زالان صاحب خیر تو ہے آج کیا ہوا ہے تمہیں الٹی سیدھی باتیں کیوں کر رہے ہو؟" ہادی کھڑا ہوا تھا

"میں ٹھیک ہوں بس تم وعدہ کرو تم اسے نہیں مارو گے۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"کیوں ناماروں میں اسے حتیٰ کہ اگر آرڈرز آجائیں تب بھی؟" ہادی نے تیز آواز میں کہا۔

"میں نہیں جانتا۔ لیکن پتا نہیں کیوں ارسال مجھے جانی پہچانی لگتی ہے یوں لگتا ہے جیسے میں اسے جانتا

ہوں۔ اور۔۔ اور اس کی آنکھیں۔۔۔ وہ بالکل فاطمہ جیسی ہیں۔ ہادی بالکل ویسی ہیں۔ مجھے ایسا

محسوس ہوتا ہے جیسے ارسال اور فاطمہ کا آپس میں کوئی گہرا کنکیشن ہو، کوئی تعلق ہو۔" تیز تیز بولتے وہ

شاید خود بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا بول رہا ہے۔ اس کے سر پر کھڑا ہادی حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری ان فضول باتوں کی فی الحال مجھے سمجھ نہیں آرہی۔ شاید جیل نے تمہارے دماغ پر اثر کیا ہے

۔ تھوڑا فریش ہو جاؤ۔ میں آتا ہوں تھوڑی دیر میں۔" اس نے مڑتے ہوئے کہا۔

"اور ایک بات یاد رکھنا زلالان! ہم آرڈرز کے خلاف نہیں جاسکتے۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ جبکہ پیچھے زلالان

نے اپنی آنکھوں میں آنے پانی کو صاف کرتے ہوئے اپنا سر گھٹنوں میں ٹکا دیا۔۔۔ نجانے اس کی

زندگی کس ڈور میں چل رہی تھی جہاں وہ بکھرتا جا رہا تھا۔۔۔

novels mania
www.urdu novels mania.com

منزل نہ رہی، ساحل نہ رہا

ساحل کی تنہا بھی نہ رہی

اسے پوچھنے والے ظاہر ہے

انجام ہمارا کیا ہوگا۔

"آپی؟" اسے موبائل میں لگا دیکھ کر بور ہوتی زینب نے اسے بلایا۔

"ہم بولو؟" مصروف انداز میں جواب آیا۔

"آپ نے کبھی سوچا ہے کہ ہم سب اس حال میں کیوں ہیں؟" ارسانے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا

"مطلب کہ ہمارا ملک ترقی پذیر ممالک (سست رفتاری سے ترقی کرتے ممالک) میں شامل ہو رہا ہے غربت حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ سیاست ایک گھناؤنا کھیل بن چکا ہے۔ انارٹی لوگ حکمران بن بیٹھے ہیں۔ اسلام کے نام پر بننے والا یہ ملک مغربی طرز پر چل رہا ہے۔ لوگ فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ سکون یا امن تو صرف جوک بن کر رہ گئے ہیں۔" زینب نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"دراصل۔۔ ہر چیز کی بہت سی وجوہات ہوتی ہیں۔ یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اسے کن نظروں سے دیکھتے ہو۔ اسی طرح ان سب باتوں کی بھی بہت سی وجوہات ہیں۔ اب میں ایک جج ہوں تو مجھے لگے گا کہ یہ سب نا انصافی کی وجہ سے ہے لیکن یہ سب صرف نا انصافی کی وجہ سے نہیں ہے۔ مثال کے طور پر میرے خیال سے اس سب کی ایک اور وجہ ہے۔" اس نے دھیمے لہجے میں زینب کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"فرقوں سے ہٹ کر دیکھا جائے تو لوگوں کے دو طبقے ہیں۔ ایک دیندار اور دوسرے دنیا دار۔ دیندار وہ جو اسلام کے لحاظ سے اس دنیا میں چلتے ہیں۔ وہ صرف اسلام کو دیکھتے ہیں دنیا کو سائیڈ پر کر دیتے ہیں اور دنیا دار وہ جو دنیا کے کہنے پر چلتے ہیں وہ دین کو بھول جاتے ہیں انہیں صرف دنیا سے مطلب ہوتا ہے۔ ہمارے ملک کا یہ حال ایسے لوگوں کی وجہ سے بھی ہوا ہے۔ کیونکہ جو دیندار لوگ ہیں وہ دنیا کو بالکل نہیں دیکھتے جس کی وجہ سے وہ سیاست میں نہیں آتے اور پھر دنیا دار ہمارے حکمران بن جاتے ہیں جن کا دین سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ پھر ظاہر ہے جب ایسے لوگ ہمارے حکمران بنیں

گے جو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق حکمرانی نہیں کریں گے تو ہمارے ملک کا یہ حال تو ہونا ہی ہے۔ "زینب نے اس کی بات سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"تو پھر ان میں بہتر یا اچھے لوگ کون ہیں؟"

"وہ جو دین اور دنیا کو ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ یہ کام تھوڑا مشکل ہے لیکن ایسے لوگ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہیں۔"

("کوئی بھی کام آسان نہیں ہوتا اسے آسان بنانا پڑتا ہے۔") "اس کے کانوں میں حدید کی آواز گونجی۔

"اور جانتی ہو زینب کوئی بھی کام آسان نہیں ہوتا اسے آسان بنانا پڑتا ہے۔" اس نے کہا۔

"اب مجھے نیند آرہی ہے میں سونے جارہی ہوں۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ایگا جلا ریفنڈے (شب بخیر جناب)"۔ زینب نے ہنستے ہوئے کہا۔

ارسا بھی مسکراتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ چمکتے چاند اور دمکتے ستاروں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر گہری سانس لی۔ قسمت مسکرائی۔ یہ خاموشی ایک بڑے طوفان سے پہلے کی خاموشی تھی۔

بدلے ہیں یوں حالات کے حیران کھڑے ہیں،

ہم اپنی وفاؤں پر پشیمان کھڑے ہیں،

موجوں کے طلاطم سے نکل جاؤں میں کیسے

ساحل پر میری تاک میں طوفان کھڑے ہیں۔۔

رات کا اندھیرا چھٹ چکا تھا۔ ایک اور روشن صبح آگئی تھی۔ کورٹ روم سے باہر نکل کر وہ اب کاریڈور میں چل رہی تھی۔ لانگ کوٹ کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالے نقاب سے جھانکتی بڑی بڑی آنکھیں سامنے مرکوز کئے وہ آفس کے اندر آگئی۔ ٹیبل کی طرف مڑتے ہوئے اس کی نظر سفید رنگ کے اس باکس پر پڑی۔ اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔ پھر اننگ چیر پر بیٹھ کر اس نے سفید رنگ کے باکس کو کھولا۔

اندر شیشے کا ایک فریم پڑا تھا۔ سائیڈ میں کچھ چاکلیٹس پڑی تھیں۔ اس نے نقاب ٹھوڑی پر ٹکایا۔ اور چاکلیٹ کا رہہ پر اتار کر چاکلیٹ منہ میں ڈالا۔ پھر اس فریم کو اٹھا کر سیدھا کیا۔ اس میں ایک تصویر لگی تھی۔ ڈانس کے پاس کھڑی نقاب لگائے سنجیدگی سے بولتی ارسا ہاشم۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بحریہ یونیورسٹی میں تقریر کرتا اپنا چہرہ لہرایا۔ وہ مسکرائی۔ اس نے باکس پر لگا کارڈ اٹھایا۔

"اس مغرور لڑکی کے نام جو ماہر ہے دوسروں کے موبائل چھیننے میں، جو منفرد ہے سب میں۔۔ اس لڑکی کو لیڈر شپ بہت بہت مبارک ہو۔ میری نیک خواہشات آپ کے ساتھ۔۔۔ ہادیہ۔۔۔" اس نے کارڈ کو سائیڈ پر رکھا اور ٹیبل پر سر ٹکا دیا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ آفس کا دروازہ ناک ہوا۔

"یس۔"

دروازہ کھلا اور بلیک کوٹ پینٹ میں ملبوس مسکرتا ہوا حدید اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا باکس تھا۔

"اسلام و علیکم۔" اس نے باکس کو ٹیبل پر رکھا۔

"وعلیکم سلام۔" ارسانے ایک نظر اس باکس کو دیکھا۔

"یہ تمہارے لئے۔" باکس اس کی طرف کھسکا یا گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر باکس کو کیا اور کھولنے لگی۔ اندر ایک سیمپل اور پیارا جگمگاتا تاج رکھا تھا۔ ہلکے گولڈن رنگ کا وہ تاج اسے بہت اچھا لگا تھا۔ اس نے باکس کے اوپر لگے کارڈ کو کھولا۔

"ظالم ملکہ کے لئے! جو بناتاج کے بالکل اچھی نہیں لگتی۔"
 "کیسا لگا؟" حدید نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

ارسانے اثبات میں سر ہلایا اور پھر کرسی کی پشت پر ٹیک لگایا۔
حدید نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"کوئی مسئلہ ہے؟" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔
 "کیا؟" ارسا نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"زالان ۔۔۔۔ زالان حیدر۔" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔
"کیا ہوا اسے؟"

— — — — — 09"

وہ فاطمہ حیدر کا بھائی ہے حیدر۔۔ "حیدر کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

"ارساتہیں یقین ہے؟" اس نے آگے ہو کر اس سے پوچھا۔ نقاب سے جھانکتی آنکھوں میں نمی آئی تھی۔

"دس سال - - دس سال کی عمر میں اسے آخری دفع دیکھا تھا اسی لئے پہلے پہچان نہیں پائی۔ لیکن مجھے یقین ہے یہ وہی ہے۔" اس نے دھیے لہجے میں کہا۔ اس کا یہ رنگ بالکل مختلف تھا۔ وہ اس وقت ایک بکھری لڑکی لگ رہی تھی۔

"یا اللہ یہ کیا ہو رہا ہے؟" حدید نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"لیکن وہ تو انیلیکچینس کا کارکن ہے نا۔" اس نے پوچھا تھا آنکھوں میں بے پناہ حیرت تھی۔

"ہمدانی سر اور پھر تم۔ ارسا ان کا اگلا ٹارگٹ تم ہو۔ زالاں حیدر تمہیں مارنے آیا ہے یہاں۔" اس نے تیز لہجے میں کہا تھا۔

"لیکن جانے انجانے میں وہ یہاں فاطمہ حیدر کو مارنے آیا ہے۔" وہ کھڑا ہوا تھا۔

"وہ یہاں فاطمہ حیدر کو نہیں ارسا ہاشم کو مارنے آیا ہے۔" وہ چلائی تھی۔

"تو فاطمہ حیدر؟ فاطمہ حیدر کون ہے ارسا ہاشم؟" اس نے چلا کر پوچھا تھا۔ ارسا نے بے بسی سے سر جھکایا تھا۔

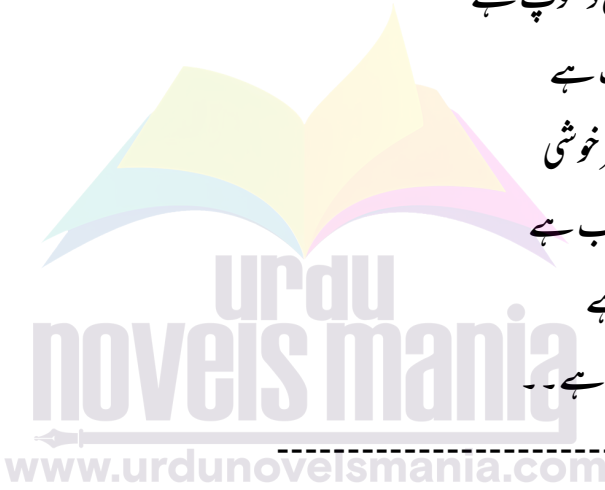
"فاطمہ حیدر ارسا ہاشم ہے جو کہ اپنے بھائی کے جانے کے بعد یتیم خانے سے نکل کر اپنے باپ کے دوست کے پاس آئی تھی رائٹ؟" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا تھا۔ ایک آنسو ارسا کے گال پر پھسلا تھا۔ ہر چیز حیران ہوئی تھی۔ تیز چلتی ٹھنڈی ہوا بھی رکی تھی۔ یہ وہ کیا کہ رہا تھا؟ - - -

یہ جو زندگی کی کتاب ہے

یہ کتاب بھی کیا کتاب ہے

کہیں اک حسین خواب ہے

کہیں جان لیوا عذاب ہے
 کبھی کھویا، کبھی پایا
 کبھی رویا، کبھی گایا
 کہیں رحمتوں کی ہیں بارشیں
 کہیں تشنگی بے حساب ہے
 کہیں چھاؤں ہے کہیں دھوپ ہے
 کہیں اور ہی کوئی روپ ہے
 کہیں چھین لیتی ہے ہر خوشی
 کہیں مہربان بے حساب ہے
 یہ جو زندگی کی کتاب ہے
 یہ کتاب بھی کیا کتاب ہے۔۔



بے کار سا قصہ ہوں، اک فرضی کہاوت ہوں
 میں خاک کا ذرہ ہوں، ٹٹنے کی علامت ہوں۔۔
 "لیکن جانے انجانے میں وہ یہاں فاطمہ حیدر کو مارنے آیا ہے۔" وہ کھڑا ہوا تھا۔
 "وہ یہاں فاطمہ حیدر کو نہیں ارسا ہاشم کو مارنے آیا ہے۔" وہ چلائی تھی۔

"تو فاطمہ حیدر؟ فاطمہ حیدر کون ہے ارسا ہاشم؟" اس نے چلا کر پوچھا تھا۔ ارسانے بے بسی سے سر جھکایا تھا۔

"فاطمہ حیدر ارسا ہاشم ہے جو کہ اپنے بھائی کے جانے کے بعد یتیم خانے سے نکل کر اپنے باپ کے دوست کے پاس آئی تھی رائٹ؟" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا تھا۔ ایک آنسو ارسا کے گال پر پھسلا تھا۔ ہر چیز حیران ہوئی تھی۔ تیز چلتی ٹھنڈی ہوا بھی رکی تھی۔ یہ وہ کیا کہ رہا تھا؟۔۔۔

"اب مجھے بتاؤ ارسا جبکہ تمہارا بھائی تمہیں مارنے آ رہا ہے تو تم کیا کرو گی ہاں؟" وہ پوری قوت سے چلا رہا تھا۔ ہر وقت ہنستے مسکراتے حدید سے چلاتا ہوا یہ حدید بہت مختلف تھا۔

"میں کیا کر سکتی ہوں حدید؟ میں نے کہا تھا کہ وہ جانیں لیں گے تو ہم جانیں دیں گے ہمدانی سر بھی تو مارے گئے ناب اگر میں۔۔۔"

"خبردار جو تم نے ایک لفظ بھی اور کہا۔" اس نے اپنی شہادت کی انگلی اس کے سامنے کی۔

"میں جانتا ہوں ارسا ہاشم کو مرنے کا بہت شوق ہے لیکن یہ نہیں پتا تھا کہ وہ اپنے سگے بھائی کے ہاتھوں مرنے کے لئے بھی تیار ہے۔" اس نے ارسا کو سرخ چہرے کے ساتھ گھورتے ہوئے کہا۔

ارسا نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اپنی آنکھ سے گرتے آنسوؤں کو رگڑا۔ ایک ہاتھ سے اسکا روف کو سیٹ کیا ورنہ انگ پھیر سے اٹھی۔

"تمہیں پتا ہے حدید۔ مجھے لگتا ہے میں نے اپنا ذاتی معاملہ تمہیں دوست سمجھ کر تم سے شیم کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ کیونکہ تم اس لائق ہو ہی نہیں۔" اس نے دھیمے لہجے میں اسے دیکھتے ہوئے

کہا۔ وہ سیکنڈ میں خود پر قابو پا گئی تھی۔ پھر سے وہی رعب جھاڑتی ملکہ بن گئی تھی۔ حدید نے دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھ کر سر اٹھا کر بے بسی سے اسے دیکھا۔

"ارسا دیکھو میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔۔۔"

"بھاڑ میں گئے تم اور تمہاری باتیں۔" اس نے تیز آوازیں کہا۔

"اب اس سے پہلے کہ میں غصے میں آ کر کچھ ایسا بول دوں کہ بعد میں مجھے پچھتنا نا پڑے فوراً یہاں سے چلے جاؤ فوراً۔" اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"ارسا تم زالان کو سچ بتا دو پلیز۔" وہ منمنایا تھا۔

"نہیں بتاؤں گی نہیں بتاؤں گی کیا کر لو گے تم؟" اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھے۔ حدید نے ایک نظر اسے دیکھا پھر سیدھا کھڑا ہوا۔

"ٹھیک ہے تم اسے نا بتاؤ لیکن میری ایک بات یاد کرنا تمہیں اپنے ہی بھائی کے ہاتھوں مرنے میں بھی نہیں دوں گا۔" اس نے جلدی جلدی کہا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ جبکہ پیچھے ارسا نے اپنا لائنگ کوٹ اتار کر رائنگ چیر پر لٹکایا اور واشروم کی طرف چلی گئی۔ کھڑکی سے جھانکتا سورج حیران کھڑا تھا۔ جن دوستوں کو اس نے ہمیشہ ہنستے دیکھا تھا آج زالان کی وجہ سے ایک دوسرے سے لڑ پڑے تھے۔ جبکہ اپارٹمنٹ کے لاؤنج میں پیٹھ کر حسیب کمانڈر کے آرڈر سننے ہوئے زالان کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ اس کی وجہ سے کورٹ میں کیا ہو رہا تھا۔

- :-

اس کائناتِ محبت میں ہم مثلِ شمس و قمر کے ہیں۔۔۔

اک رابطہ مسلسل ہے اک فاصلہ مسلسل ہے۔۔

آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ آج دوبارہ بارش کے امکانات تھے۔ تیز ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ کورٹ کی پچھلی سائیڈ پر بنے گارڈن میں جاؤ تو خوبصورت پودوں اور پھولوں کے بیچ رکھی کرسی پر بیٹھ کر شیشے کی ٹیبل پر جھک کر رجسٹر پر وہ کچھ لکھ رہی تھی۔ سیاہ لانگ کوٹ کرسی کی پشت پر ٹپک رہا تھا۔ ٹیبل کے کنارے پر اس کا خاکی مینڈ بیگ رکھا تھا۔ ٹیبل کے نیچے کچھ کاغذ مروڑ مروڑ کر پھینکے گئے تھے۔ اور کچھ پھینکے جا رہے تھے۔ رجسٹر کے برابر میں چاکلیٹس رکھی تھیں جنہیں وہ وقفے وقفے سے کھا رہی تھی۔ نقاب سے جھانکتی بڑی بڑی آنکھیں بے زاریت ظاہر کر رہی تھیں۔ وہ بار بار کچھ لکھ کر مٹا رہی تھی۔ آخر تنگ آ کر اس نے کاغذ پھاڑ کر اسے مروڑ کر پیچھے کی جانب پھینکا۔ جو گارڈن میں داخل ہوتے حدید کے قدموں میں گرا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کاغذ کو دیکھا اور پھر ارسا کو۔ نیچے جھک کر اس نے کاغذ اٹھایا اور اسے کھولا۔ کاغذ پر ریاضی کے کچھ اعداد و شمار لکھے تھے جنہیں بار بار کاٹا گیا تھا۔ اس نے تاثر میں سر ہلایا۔ موت کے علاوہ ریاضی وہ واحد چیز تھی جو اس ظالم ملکہ کو مات دے سکتی تھی اور فی الوقت ملکہ ریاضی میں پھسی ہوئی تھی۔

"ارسا۔" حدید نے اس کے دائیں طرف کھڑے ہو کر کہا۔ ارسا نے بنا اس کی طرف دیکھے رجسٹر سے ایک کاغذ پھاڑا اور اس پر بڑا بڑا کر کے "Don't Disturb Me" لکھ کر کاغذ اس کی طرف بڑھایا۔ پھر ہاتھ میں پکڑی پینسل سر پر مار کر کچھ سوچنے لگی۔

"ارسا۔" اس کے دوبارہ مخاطب کرنے پر ارسا نے اس کاغذ کی طرف اشارہ کیا۔

"ارسا مجھے بات کرنی ہے تم سے۔" اس نے بے چارگی سے کہا۔

کچھ لکھتے ہوئے ارسا نے زور سے پینسل ٹیبل پر پھینکی۔

"بھاڑ میں گئی تمہاری بات۔ دیکھ رہے ہونا کام کر رہی ہوں۔ کہا بھی ہے کہ ڈسٹر ب مت کرو پھر بھی ارسا ارسا کی رٹ لگا رکھی ہے۔" اس نے تیز آواز میں کہا۔

"اب چپ کر کے کھڑے رہو۔" اس نے پینسل اٹھائی اور دوبارہ کاغذ پر لکھنا شروع ہو گئی۔ حدید نے تنگ آ کر بیٹھنے کے لئے کرسی کھینچی۔

"میں نے کہا کھڑے رہو۔" اس نے حدید کو گھورا۔ اپنی معصومیت کو برقرار رکھتے ہوئے وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ پندرہ منٹ کے بعد اس کی ٹانگیں شل ہونے لگیں تھیں۔ ٹیبل کے نیچے کاغذوں کے ڈھیر میں اضافہ ہو چکا تھا۔

"ارسا آخر مسئلہ کیا ہے؟" تنگ آ کر اس نے پوچھا تھا۔

"اسمگلنگ کیس ہے سزا کے طور پر مجرموں کو کچھ سالوں کی قید اور کچھ جرمانہ دینا ہوگا۔ اب اس جرمانے کو تقسیم کرنا ہے کہ کتنا پیسہ گورنمنٹ کو دینا ہے اور کتنا اسمگل شدہ چیزوں سے متاثر افراد کے علاج کے لئے دینا ہے۔" اس نے ایک اور کاغذ نیچے پھینکا۔

حدید نے اس کے ہاتھ سے پینسل کی اور ٹیبل پر جھک کر کاغذ پر کچھ لکھنے لگا۔ پانچ منٹ بعد اس نے کاغذ ارسا کو تھمایا۔

"ہو گیا۔" ارسا مسکرائی۔

"اچھی بات ہے۔ خیر تم نے یہاں آنے کی تکلیف کیوں کی؟ میرے جنازے پر آتے نا۔" اس کے انداز سے ناراضگی جھلک رہی تھی۔

"میں سوری کسے آیا ہوں ارسا۔" حدید نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"تو کہو۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"سوری ظالم ملکہ۔"

"کیا کہا؟" ارسا نے زور سے کہا۔

"سوری۔"

"آواز نہیں آئی؟" اس نے تھوڑی اور تیز آواز میں کہا۔

"میں نے کہا سوری۔"

"حدید تھوڑا اونچا بولو میرے کانوں کو کچھ ہو گیا ہے۔" اس نے کانوں پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"آئی ایم سوسوری ارسا!!!!!!۔۔۔" وہ اس کے کانوں کے قریب آکر چلایا تھا۔

"اوکے اوکے آرام سے میں بہری نہیں ہوں۔ بیٹھ جاؤ۔" اس نے سنجیدگی سے کرسی کی طرف اشارہ

کیا۔ حدید کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ہاں اب بولو کیا کہ رہے تھے؟" حدید نے اپنے سر پر ہاتھ مارا تھا۔

www.urduNovelsMania.com

"آئی ایم سوسوری ارسا مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے مجھے معافی مل سکتی ہے پلیز۔" اس نے

معصوم شکل بنا کر کہا تھا۔

"تم مجھ پر چلائے۔" اس نے کرسی کی پشت پر ٹیک لگایا۔

"لیکن تم بھی چلائیں تھیں۔" وہ منمنایا۔

"نہیں نہیں۔ سوری بولتے وقت بہانے نہیں بناتے۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"اوکے ہاں میں تم پر چلایا۔" اس نے ہارمانی
 "تم نے مجھے دھمکی دی رائٹ؟" اس نے سوالیہ نظروں سے حدید کو دیکھا۔ حدید نے اثبات میں سر
 ہلایا۔

"اب بتاؤ میں کون ہوں؟" وہ مسکرائی۔

"ظالم ملکہ۔"

"اور ظالم ملکہ معاف کرتی ہے؟" سوال آیا۔

"نہیں وہ یا تو سزا دیتی ہے یا ڈیل کرتی ہے۔" حدید نے آنکھیں جھپکائیں۔
 "گڈ۔" ارسا نے اسے شاباشی دی۔

"تو پھر کونین ارسا ہاشم حدید سے ڈیل کرے گی۔" وہ اس کی طرف جھکی۔
 حدید کو اس کے ارادے خطرناک لگ رہے تھے۔

"میں تمہیں معافی دوں گی لیکن بدلے میں مجھے کچھ چاہیے۔" حدید نے بے بسی سے اسے دیکھا۔
 "کیا؟"

"ایک کپ کافی وڈ آؤٹ شگر اور!!!۔۔۔۔۔ اور تمہاری گولڈن پسٹل۔" وہ کھل کے مسکرائی۔
 "میں وہ تمہیں نہیں دوں گا۔" اس نے کہا تھا۔

"تو تمہیں معافی بھی نہیں ملے گی۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"سنو صرف کافی پر بات نہیں ختم ہو سکتی۔"

"نو چانس۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"او کے۔" وہ کھڑا ہوا۔

"کل صبح واک کے بعد پستل تمہارے گھر دے جاؤں گا۔ لیکن اس میں مجھے کیا فائدہ ہوگا۔" ارسا نے ایک ابرو اچکائی۔

"تمہیں میری معافی ملے گی۔"

"اور معافی کے ملتے ہی حدید تباہ ہوگا۔" وہ بڑبڑایا۔

ارسا نے گھور کر اسے دیکھا۔ اور مڑتے ہوئے حدید کے گھٹنے کی پچھلی سائیڈ پر جا کر مارنے کے لئے پاؤں اٹھایا۔ اس کے اس وار کو حدید نے اپنا جاگز میں مقید پاؤں اس کے جاگز پر مار کر ناکام بنایا۔ وہ لڑکھڑائی۔ غصے سے اس نے حدید کو دیکھا۔ وہ مسکرایا۔

"میں کافی پینے جا رہی ہوں بل دے دینا۔" گھورتے ہوئے کہا گیا۔ حدید نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ اس نے غصے سے ہینڈ بیگ اٹھایا اور اس کی طرف مڑی۔ ہاتھ کا مکا بنا کر پوری قوت سے اس کے کندھے پر مارا۔ وہ اس حملے کے لئے تیار نہیں تھا اسی لئے پیچھے کی جانب لڑکھڑایا۔

"تم ہمیشہ پنکا بھی تو کوئین ارسا ہاشم سے لیتے ہو بچے۔" جاتے جاتے وہ اسے صحیح کا تیا گئی تھی۔

:-

ابھی صند نہ کر، دل بے خبر

کہ پس ہجوم ستمگراں!

ابھی کون تجھ سے وفا کرے؟

ابھی کس کو فرصتیں اس قدر

کہ سمیٹ کر تیری کرجیاں

تیرے حق میں رب سے دعا کرے۔۔

I'msolonelybrokenangel

I'msolonelylistentomyheart

I'msolonelybrokenangel

I'msolonelylistentomyheart

Onen'only,brokenangel

Comen'savemebeforeIfallapart

لاونج میں فل والیوم میں سونگ چل رہا تھا۔ اور وہ ٹانگیں صوفے کے اوپر رکھ کر ہاتھ میں موبائل پکڑ کر

لیٹی ہوئی تھی۔ کانوں میں ہینڈ فری لگے تھے۔ عبایا ابھی تک نہیں اتراتا تھا۔ البتہ نقاب ٹھوڑی پر ٹکا تھا

۔ ایک ہاتھ میں چاکلیٹ تھا ماہوا تھا۔ ٹیبل پر پڑا ہینڈ بیگ اب قالین پر گر چکا تھا۔ ساتھ ہی کچھ ریپر پھینکے

ہوئے تھے۔ کچھ کشن گود میں رکھے تھے جبکہ کچھ کہ اوپر اس نے ٹانگیں رکھی ہوئی تھیں۔

I'msolonelybrokenangel

I'msolonelylistentomyheart

Onen'only,brokenangel

Comen'savemebeforeIfallapart

LalaLeyli,lalaLeyli,lalalalala

LalaLeyli,lalaLeyli,lalalalala

"ارسا آواز کم کرو۔" عائشہ جھنجھلائی ہوئی لاونج میں آئی تھیں۔ اور یہاں کی حالت دیکھ کر سر پکڑ کر بیٹھ

گئیں۔

"لڑکی عبایا تو اتارو۔ دو گھنٹے ہو گئے ہیں تمہیں آئے ہوئے۔" عائشہ کشن سمیٹتے ہوئے بولیں۔ پھر اس کی طرف دیکھا تھا جواب بھی ویسے ہی موبائل پر لگی تھی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے کان سے ہینڈ فری نکالا۔

"ارسا اٹھو۔" انہوں نے تیز آواز میں کہا۔

"اللہ اللہ کیوں چلا رہی ہیں۔ آرام سے بولیں۔" وہ گڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

"حالت کیا بنائی ہوئی ہے تم نے اپنی۔ عبایا اتارو۔ تمہارے ابو آچکے ہیں اور تمہیں ہوش ہی نہیں ہے۔" وہ اب ریپر اٹھا کر ڈسٹ بن میں ڈال رہی تھیں۔

"اچھا جی اٹھتی ہوں اور کوئی حکم۔" اس نے کشن سائیڈ پر رکھے۔

"اب جلدی سے فریش ہو کر آؤ۔"

"دومنٹ میں آئی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ عجیب لڑکی تھی۔ کچھ وقت پہلے چلا رہی تھی اور اب پرسکون تھی۔ اس دنیا کو منافقت کی دنیا ایسے ہی تو نہیں کہتے۔ یہاں لوگ پل پل میں رنگ بدلتے ہیں۔۔۔ اس نے بھی رنگ بدلنا سیکھ لیا تھا۔ خود کو اپنی ذات کے خول میں بند کر دیا تھا۔ مختلف جگہوں پر مختلف وقت میں مختلف رنگوں کے ساتھ جینے والی لڑکی پر اسرار شخصیت کی مالک تھی۔

:-

وہ جو سفر کا جنون تھا، وہ جو منزلوں کی تلاش تھی

وہ جو تڑپ تھی مجھ میں کہاں گئی، مجھے کس کمی نے بجھا دیا۔۔۔۔

سورج غروب ہو رہا تھا۔ اندھیرا آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا۔ سردیوں کے دنوں میں راتیں ویسے بھی لمبی ہوتی ہیں۔ اسی لئے چھ بجے کے بعد ہی سورج غروب ہو جاتا تھا۔ لاونج میں لائٹیں جل رہی تھیں۔ ہادی صوفے پر بیٹھا اپنی پسٹل صاف کر رہا تھا۔ پسٹل صاف کر کے اس نے پسٹل کے اندر گولیاں ڈالی پھر اسے سائیڈ پر رکھ دیا۔ ٹانگ پر لگی پٹی کو دیکھا۔ پھر گہری سانس لے کر لیپ ٹاپ پر کسی کی لوکیشن ٹریس کرنے لگا۔ اپنی کمرے میں کھڑکی کے پاس کھڑے زالان نے مڑ کر لاونج میں بیٹھے ہادی کو دیکھا پھر اس کی پسٹل کو۔ ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکل کر گال پر پھسلا تھا۔

ہے عجب کیفیت زندگی

نہ گزر رہی نہ ٹھہر رہی

نہ تھا کل میرا نہ ہی آج ہے

نہ ہی ماضی ہوں نہ میں حال ہوں

بے قراری ہوں نہ ہی تشنگی

نہ میں شور ہوں نہ ہی خاموشی

نہ کسی کا خُز و غرور ہوں

نہ وہم ہوں میں نہ خیال ہوں

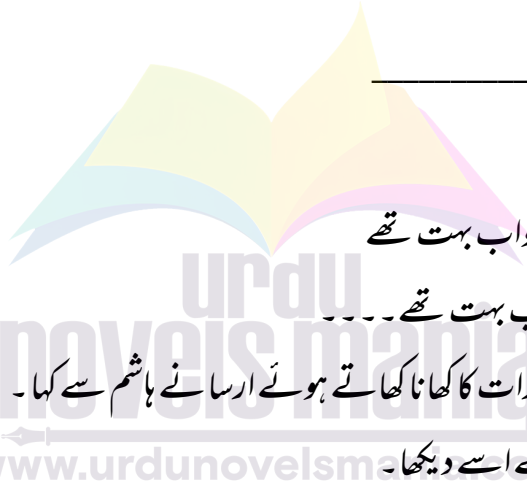
نہ کلام میں زیر گفتگو

نہ ہوں آرزو نہ ہی جستجو

نہ کسی کے حرف دعا میں ہوں

نہ کسی کارنج و ملال ہوں
 پس آئینہ جو وجود ہے
 وہ ہے کرچی کرچی جڑا ہوا
 سر آئینہ میرا عکس ہے
 باکمال ہوں باجمال ہوں۔۔۔

:-



تعبیر سے محروم میرے خواب بہت تھے
 سادہ سی کتاب تھی مگر باب بہت تھے۔۔۔۔۔
 "ابو ایک جوک سناؤں؟" رات کا کھانا کھاتے ہوئے ارسا نے ہاشم سے کہا۔
 ہاشم نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔
 "دو پاگل سڑک پر بیٹھے ہوتے ہیں اچانک بارش ہو جاتی ہے۔ ایک پاگل دوسرے پاگل سے کہتا ہے
 کہ آسمان لیک ہو گیا ہے اتنے میں بجلی کڑکتی ہے تو دوسرا پاگل کہتا ہے کہ دیکھو ویلڈنگ والے بھی
 آگئے ہیں۔" لطیفہ سنا کر اس نے قبضہ لگایا۔ اس کی ہنسی کو ایک دم بریک لگے۔ اس نے چہرہ موڑ کر ہاشم

کو دیکھا جو دوبارہ کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے تھے۔ اس کی نظر عبداللہ اور زینب پر پڑی۔ جو سنجیدگی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"کیا ہوا اچھا نہیں تھا کیا؟" ان دونوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"فٹے منہ۔" اس نے ہلکی آواز میں کہا کہ ہاشم تک آواز نہ پہنچے ورنہ اس کی کلاس پکی تھی۔

"ابو آپ کھانا کھا رہے ہیں یہاں میرا معصوم دل ٹوٹ کر چکنا چور ہو چکا ہے۔" اس نے رونی صورت بنا کر ہاشم کو دیکھا۔

"کیوں کیا ہوا؟" سنجیدگی سے سوال آیا۔

"بس یہ کہ کرنا آپ نے میرے دل کے ٹکڑے کچرے دان میں سمیٹ کر ڈسٹبن میں ڈال دئے ہیں۔" عبداللہ اور زینب نے اپنی ہنسی ضبط کرنے کے لئے اپنے چہرے جھکائے۔

"جارہی ہوں میں۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کھانا تو کھا لو۔"

"فکر نہ کریں آپ لے کر جارہی ہوں۔ اور متمم!!!!" اس نے عبداللہ کو گھورا۔ اس نے جواباً کندھے اچکائے۔ اسے گھورتی ہوئی ارسا اپنے کمرے میں چلی گئی۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ عبداللہ کے موبائل پر میسج آیا۔ اس نے نظر اٹھا کر زینب کو دیکھا جو مشکوک نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ مسکرایا اور کرسی سے اٹھ کر کچن کی طرف گیا۔ کچھ دیر بعد اس کی واپسی ہوئی۔ اپنے دونوں ہاتھوں کو پیچھے کر کے وہ ارسا کے کمرے میں چلا گیا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟" زینب کی رونی صورت دیکھ کر عائشہ نے پوچھا۔

"میری چاکلیٹس لے گئے دونوں۔" کھر کی سے جھانکتا چاند مسکرایا تھا۔

:-

ذرا سا ہٹ کر چلتی ہوں زمانے کی روایت سے،

کہ جن پر بوجھ میں ڈالوں وہ کندھے یاد رکھتی ہوں۔۔۔۔۔

رات کا ایک بج رہا تھا۔ چودھویں کا چاند اپنی روشنی سے اندھیرا کم کر رہا تھا۔ سڑکوں پر لگی بتیاں جگمگا رہی تھیں۔ ہوا میں حسب معمول جوش تھا۔ تیز ہوا کا ایک جھونکا اس کی بالکنی سے گزرا تھا۔ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ٹانگیں لمبی کئے وہ بیڈ پر بیٹھی تھی۔ ہلکے سبز رنگ کی شرٹ پر سیاہ ٹراؤزر واٹ کمر کا اپر پہنے بالوں کی ڈھیلی پونی بنائے وہ مبہوت سی لیپ ٹاپ کی اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔ ہاتھ میں چاکلیٹ پکڑی تھی۔ اس کے برابر میں عبداللہ بیٹھا تھا۔ وقفے وقفے سے کولڈرنک پیتے وہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ تھا۔ بیڈ پر ریپر پھینکے ہوئے تھے۔ کشن آدھے دونوں کی گودوں میں اور آدھے نیچے تھے۔ پورا کمر ابھرا ہوا تھا۔ جیسے کچھ دیر پہلے یہاں ایک بڑی جنگ ہوئی ہو۔ تھوڑی دیر بعد وہ اٹھی اور جھک کر لیپ ٹاپ بند کیا۔ لیپ ٹاپ کو ہاتھ میں اٹھا کر وہ بیڈ سے اتری۔ صوفے کے قریب آکر اس نے جھک کر کشن اٹھائے انہیں صوفے پر رکھا اور خود بھی صوفے پر لیٹ گئی۔ جبکہ عبداللہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر موبائل میں مصروف ہو گیا۔ اس نے لیپ ٹاپ آن کیا اور اسٹیٹس چیک کرنے لگی۔ اس کی نظریں ہادیہ کے اسٹیٹس پر ٹہری تھیں۔

"خواب نہیں دیکھنے چاہئیں۔ یہ ٹوٹ جاتے ہیں۔۔۔ تکلیف کے مارے آنکھیں رو پڑتی ہیں۔"

اس کی آنکھوں میں عجیب چمک نمودار ہوئی۔ چہرہ جگمگایا تھا۔ اس نے لمبی سانس لی۔ اور اس کی انگلیاں لیپ ٹاپ کے کیبورڈ پر چلنے لگیں۔

"عبداللہ سائیڈ ٹیبل پر میرا موبائل پڑا ہے۔ دینا مجھے۔" اس نے لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظریں جمائے کہا۔

"کھلی آنکھوں سے دیکھے جانے والے خواب۔ خواب کیا ہوتے ہیں؟ ایک سوچ جو دماغ میں آئے۔ ایک خواہش جو بیدار ہو کہ کاش ایسا ہو جائے اور ایک جذبہ جو دل میں ابھرے۔ انہیں کھلی آنکھوں سے دیکھے جانے والے خواب کہا جاتا ہے۔ لفظ خواب یہ صرف ایک سوچ اور خواہش کے علاوہ کچھ نہیں۔ اسے کچھ بنانا پڑتا ہے اگر آپ اپنے خوابوں کو حقیقت بنانا چاہیں تو۔ بعض دفعہ خواب ضد بن جاتے ہیں اور بعض دفعہ جنون۔ اگر خواب ضد بن جائیں تو آپ کے راستے اور آپ کی منزل دونوں گنہام ہو جاتی ہیں۔ آپ جو چاہیں گے وہ آپ کو کبھی نہیں ملے گا۔ کیونکہ ضد میں انا ہوتی ہے۔ آپ اپنے خوابوں کو اپنی انا کی تسکین کے لئے پورا کرنا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے خواب کبھی حقیقت نہیں ہوں گے۔ اور اگر آپ کے خواب جنون بن جائیں تو منزل آپ کی ہے۔ کچھ مشکلات اور کچھ آزمائشوں کے بعد آپ اپنی منزل پاسکتے ہیں۔ کیونکہ جنون آپ کے خوابوں کو آپ کا مقصد بنا دیتا ہے اور مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہم کچھ بھی کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اپنے خوابوں کو اپنا جنون اپنا مقصد بنائیں لیکن اپنے دماغ کو ہمیشہ استعمال میں لائیں۔ اپنے ضمیر کی سنیں یہ آپ کو برے کاموں سے بچائے گا۔۔۔۔۔"

اور رہی بات خوابوں کے ٹوٹنے کی توہاں خواب ٹوٹتے ہیں۔ اگر انہیں اپنی ضد بنایا جائے یا انہیں نظر انداز کیا جائے۔ خوابوں کے ٹوٹنے سے تکلیف بھی ہوتی ہے آنکھیں بھی رو پڑتی ہیں۔ لیکن خوابوں کے ٹوٹنے کی ڈر سے ہم خواب دیکھنا چھوڑ نہیں سکتے۔ بعض دفعہ ہم اپنے خوابوں کے آسیرے زندہ ہوتے ہیں۔ اسی لئے ارسا ہاشم کی ڈکشنری میں خوابوں کا دوسرا نام جنون ہے جو ہمیں زندہ رکھتا ہے۔ اگر اپنے خوابوں کو ٹوٹنے سے بچانا ہے تو ان کو اپنا مقصد اپنا جنون بنادو۔ یہی حرف آخر ہے۔ ایک وقت ہماری زندگی میں ایسا بھی آتا ہے جب ہمیں لگتا ہے کہ ہم اپنے خوابوں کے بغیر مرجائیں گی ("کوئی کسی کے بغیر نہیں مریا گریا۔" اس کی کانوں میں آواز گونجی گلے میں گھٹی ابھری تھی۔) لیکن کوئی کسی کے بغیر نہیں مریا چاہے وہ خواب ہی کیوں نہ ہوں۔"

کسی احساس کے تحت اس کی انگلیاں رکی تھیں۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اس کے سر پر عبداللہ کھڑا تھا۔ نظریں لیپ ٹاپ پر مرکوز تھیں۔ ارسا کے دیکھنے پر اس نے اپنے دانتوں کی نمائش کروائی اور اس کا فون اس کی طرف بڑھایا۔ ارسا نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا۔ اور موبائل جھپٹا۔ "شیطان کے چاچے ہو تم۔" وہ چلائی تھی۔

"میں شیطان کا چاچا ہوں میں مانتا ہوں

لیکن میں اپنے بچوں کی پھپھو کو بھی جانتا ہوں۔" بتیسی کی نمائش کروائی گئی۔ ارسا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ پھر بات سمجھ آنے پر پاس پڑا کشن اس کے کندھے پر دے مارا۔ "بھاڑ میں جاؤ تم۔ جو حرکتیں ہیں نا تمہاری سنگل ہی مرو گے۔"

"کیوں اتنے معصوم سے بچے کو اتنی بری بری دعائیں دے رہی ہیں۔" اس نے سم کر کہا۔

"دفعان ہو جاؤ یہاں سے۔ پتا نہیں کیوں تم لڑکوں کو اپنے معصوم ہونے کی خوش فہمی ہوتی ہے۔ ایک سے بڑھ کر ایک ہو۔" عبداللہ ہنسا تھا۔

"ویسے اچھا لکھ لیتی ہیں آپ آپی۔" وہ کمرے سے باہر بھاگا تھا۔ ارسا مسکراتی۔

("دوست اچھی ہے تمہاری خیال رکھنا کہیں یہ فرینڈ شپ ٹوٹ نہ جائے") وہ صوفے سے اٹھ کر بیڈ کے پاس آئی اور سونے کے لئے لیٹ گئی۔ سوچوں میں گہری وہ نیند کی وادیوں میں چلی گئی۔ کھڑکی سے جھانکتے چاند نے گہری سانس لی۔ ہوائے قسمت سے کچھ پوچھنا چاہا۔ لیکن اسے خاموش کر دیا گیا۔ زندگی اور موت پر مبنی یہ کھیل دیکھنے کے لئے قسمت بھی پر جوش تھی۔ مختلف چالیں، مختلف اختتام۔۔۔۔۔

◆ ◆ ◆

جو تم مایوس ہو جاؤ

تو رب سے گفتگو کرنا

وفا کی آرزو کرنا

سفر کی جستجو کرنا۔۔۔۔۔

یہ اکثر ہو بھی جاتا ہے

کہ کوئی کھو بھی جاتا ہے

مقدر کو برا جانو گے

تو یہ سو بھی جاتا ہے۔۔۔۔

اگر تم حوصلہ رکھو

وفا کا سلسلہ رکھو۔۔۔۔۔

جسے تم خالق کہتے ہو

تو اس سے رابطہ رکھو

میں یہ دعوے سے کہتا ہوں

کبھی ناکام نہ ہو گے۔۔۔۔۔

سورج ابھی نکلنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ آج صبح ہی ہلکی ہلکی بوند باندی ہو رہی تھی۔ جو درختوں کے پتوں کو گیل کر رہی تھی۔ وانگ ٹریک میں واک کرتے ہوئے حدید نے مسکراتے ہوئے آسمان کو دیکھا۔ پانی کی ایک بوند اس کی آنکھ پر گر کر گال پر پھسلی تھی۔ اس نے سر جھکا کر پانی صاف کیا اور دوبارہ واک کرنے لگا۔ سرمئی ٹراؤز سیاہ شرٹ پہنے واک کرتے حدید کی نظر سامنے اٹھی۔ بھورے بال ماتھے پر بکھرے تھے۔ ہمیشہ کی طرح وہ آج بھی گڈ لنگنگ لگ رہا تھا۔ پودوں اور درختوں کے پیچھے سے ارسا نمودار ہوئی تھی۔ سیاہ عبایا پہنے خاکی رنگ کے لانگ کوٹ کی پائلٹس میں ہاتھ ڈالے وہ اس کی طرف آ رہی تھی۔

"میں نے کہا تھا کہ میں پستل گھر دے جاؤں گا ارسا۔"

"میں پستل کی وجہ سے نہیں آئی۔ یہ بارش مجھے یہاں لائی ہے۔" وہ دونوں اب ساتھ چلنے لگے۔

"خیریت تو ہے آج حج صاحبہ کا موڈ اتنا خوشگوار ہے؟"

"بہمسم۔۔" اس نے لمبی سانس لی۔

"میں نہیں جانتی کیوں لیکن آج میں اپنا آپ خوش محسوس کر رہی ہوں۔ آج میرا دل عجیب انداز میں دھڑک رہا ہے۔ مجھے ہر چیز بہت اچھی لگ رہی ہے ایسے لگ رہا ہے جیسے لاہور کو پہلی دفعہ دیکھ رہی ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"حیرت کی بات ہے اس سب کے باوجود تم مجھے آج بھی اچھے نہیں لگ رہے۔" وہ ہنسی تھی۔

"میری ایسی قسمت کہاں جو آپ جناب کو اچھا لگوں۔" وہ اب تیز تیز چلنے لگا۔ ارسا اس سے تھوڑا پیچھے رہ گئی تھی۔

"سنو میں نے زالاں کے بارے میں بہت سوچا اور میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ آج رات جب میں اس سے ملوں گی تو پہلے اس سے پوچھوں گی کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ اگر وہ واقعی مجھے مارنا چاہتا ہے تو اسے کبھی نہیں پتہ چلے گا کہ میں فاطمہ حیدر ہوں۔ لیکن اگر وہ مجھے نہیں مارتا تو اسے یہ بتانے کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔" حدید کے قدم رکے تھے اس نے مڑ کر ارسا کو دیکھا۔

"آج کچھ نہیں کہو گے؟" حدید نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں جانتا ہوں کہ ارسا ہاشم جو بھی فیصلہ کرے گی وہ ٹھیک ہوگا۔" وہ مسکرایا تھا۔ ارسا نے فخر سے اپنے کوٹ کے کالر بجاڑے۔

"سو تو ہے۔" وہ دونوں دوبارہ چلنے لگے۔

"تم جانتی ہو ارسا مجھے لگتا تھا کہ لڑکیاں کچھ بھی کر لیں لیکن وہ لڑکوں کے مقابلے میں نہیں آ سکتی۔ لیکن اپنی زندگی میں ہر راستے، ہر منزل میں میں نے ارسا ہاشم کو ہمیشہ اپنے برابر میں دیکھا ہے۔ ظالم ملکہ ہمیشہ میرے مقابلے پر رہی ہے۔" پانی کی ایک بوند ارسا کے ہاتھ پر گری تھی۔

"دنیا کی انمول کتابوں میں لکھا جائے گا کہ :

"ایک لڑکا تھا حدید معصوم سا اور

ایک لڑکی تھی ارسا ہاشم مغرور سی

وہ دونوں عجیب تھے بہت عجیب"

"میں تو عجیب نہیں ہوں۔۔۔ عجیب تو تم ہو نمونے۔" حدید ہنسا تھا۔

"حدید ایک بات بتاؤ تم نے زندگی سے کیا سیکھا؟" اس نے تیز آواز میں کہا۔

"بہت کچھ۔"

وقت نے، لوگوں نے، زندگی نے، مجھے بہت سے سبق دے دیے ہیں۔ لیکن سب سے انمول جو سبق ملا وہ

خود پر یقین کرنے کا تھا۔ کچھ بھی ہو جائے کتنی ہی آزمائشیں امتحانات آجائیں خود پر یقین رکھنا ہے

چاہے آپ موت کو ہی اپنے سامنے کیوں نہ دیکھ لیں۔ خود پر یقین ہی آپ کو اپنی منزل تک پہنچانے

گا۔

اپنا بتاؤ۔" وہ اب بھاگ رہا تھا۔ ارسا اب بھی آہستہ چل رہی تھی۔

"وقت نے مجھے سکھایا کہ اگر آپ کی زندگی بے رحم ہے تو آپ بھی بے رحم بن جاؤ۔ یہ دنیا رحم دل

اور کمزور لوگوں کے لئے نہیں بنی۔ اگر آپ اس دنیا میں رہنا چاہتے ہیں تو آپ کو مضبوط اور بے رحم

ہونا ہوگا۔ لیکن بے رحم کا مطلب یہ نہیں کہ آپ مظلوموں پر بھی رحم نہ کھاؤ۔ آپ کو بے رحمی

صرف بے رحم لوگوں کے معاملے میں دکھانی ہے۔ خود کو مضبوط کریں لیکن پتھر دل نہیں۔ بے رحم

بنیں لیکن ظالم نہیں۔" پانی کی ایک بوند اس کی کھڑی ناک پر گری تھی۔ اور نقاب پر پھسلی تھی۔

"ایک اور بات جو مجھے وقت نے سکھائی۔ بی نیگیٹو۔" وہ مسکرائی۔

"بی نیگیٹو صرف نصیحتوں میں اچھا لگتا ہے۔ اگر آپ ہر چیز یا ہر معاملے کو نیگیٹو دیکھنے لگے گیں تو لوگ اس بات کا ناجائز فائدہ اٹھائیں گے۔ ایک وقت آئے گا کہ آپ کو سب کو نیگیٹو دیکھنے کی اتنی عادت ہو جائے گی کہ اپنے دشمن آپ کو دوست لگیں گے۔ یوں نہیں کہ آپ چھوٹی سے چھوٹی چیزوں کے باری میں نیگیٹو سوچیں۔ بس ہر چیز کو نیگیٹو مت لیں۔ آپ بیچ میں رہیں۔ نا نیگیٹو نا نیگیٹو۔ درمیانہ۔ آپ کسی چیز کو نیگیٹو لے رہے ہیں لیکن اس کے بارے میں نیگیٹو خدشات بھی رکھیں تاکہ وقت آنے پر آپ کو سچائی قبول کرنے میں دقت نہ ہو۔ اس طرح ہی آپ کامیاب ہو سکتے ہیں۔"

"حدید رکاتھا۔ اس نے مڑ کر ارسا کو دیکھا۔ پھر مسکرایا۔

"یقیناً۔ مختلف لوگ، مختلف کردار، مختلف کہانیاں، مختلف امتحانات، مختلف احساسات، مختلف سوچ۔" اس نے کہا۔

"اور پھر مختلف اختتام۔" اس نے حدید کی بات مکمل کی۔ حدید نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر اپنے ٹراؤز کی پاکٹ سے ایک پستل نکالی۔ گولڈن کلر کی نفیس وہ پستل بہت خوبصورت تھی۔ اس نے وہ پستل ارسا کی طرف بڑھائی۔ جسے اس نے مسکراتے ہوئے تھام لیا۔

"جانتے ہو حدید یہ یہ پستل مجھے ہمیشہ سے اچھی لگتی تھی۔ میرے پاس بہت سی پستل ہیں لیکن یہ سب سے مختلف ہے۔ کیونکہ یہ ایک سائنس پستل ہے۔ (وہ پستل جس سے فائر کرنے کی آواز بہت کم ہو عام پستل کے مقابلے میں)۔ اس نے پستل کو لوڈ کیا اور درخت کا نشانہ لے کر فائر کیا۔ ہلکی سی آواز کے ساتھ گولی پستل سے نکل کر درخت کی لکڑی میں لگی تھی۔

"یہ پستل تمہارا تحفہ سمجھ کر رکھوں گی۔" حدید نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔

"محترمہ یہ پستل آپ نے مجھ سے معافی کے بدلے لی ہے۔" ارسا نے اثبات میں سر ہلایا۔

"لیکن ساتھ میں کافی کا بھی کہا تھا۔ لیکن کل جو کافی تم نے پلائی تھی یقین کرو میں نے کبھی اتنی بری کافی نہیں پی تھی۔" وہ اب دوبارہ چلنے لگے۔

"پتا ہے اب مجھے تم کافی بنا کر دو گے اچھی سی۔"

"نیور۔ بھلا اتنا پیڈسم اور معصوم لڑکا کافی بناتا اچھا لگے گا۔" ان کی آوازیں دور جا رہی تھیں۔

"میرا یقین کرو اگر تم جج نہ ہوتے تو تم کافی شاپ کے مالک ہوتے اور میں تمہاری ڈیلی کسٹر۔" ارسا کی ہنسی گونجی تھی۔ بارش کے قطرے ان کے قدموں کے نشانات پر گر رہے تھے۔ مسلسل۔۔۔۔۔

- :-

ٹھوکر سے میرا پاؤں زخمی ہوا ضرور

مگر راستے میں جو کسار تھا وہ ہٹ گیا۔۔۔

"سنو ہادیہ۔ اس نے ہادیہ کو بلایا۔ آج اس کے کسی کیس کی پیشی نہیں تھی اسی لیے وہ کورٹ سے

جلدی آگئی تھی۔ ہادیہ بھی آج صبح ہی آگئی تھی۔

"آج رات مجھے باہر جانا ہے تربیسا ساڑھے دس بجے تک۔" اس کی بات سن کر ہادیہ کو جھٹکا لگا۔ کیونکہ

وہ کورٹ کے بعد گھر سے باہر نہیں نکلتی تھی۔ ایک جج بننے کے بعد سب سے پہلے انسان کی سوشل

لائف ختم ہوتی ہے۔ ووبھی کسی مارکیٹ یا شاپنگ پر نہیں جاتی تھی اور اب اچانک باہر جانا وہ بھی

رات کو ہادیہ کو پریشان کر رہا تھا۔

"ہیلو ہیلو آواز آرہی ہے ہیلو۔" ارسا کے بولنے پر ہادیہ سوچوں سے باہر آئی۔

"ہاں بولو۔" ہادیہ نے بے دھیانی سے کہا۔ ارسا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"آج مجھے باہر جانا ہے۔ رات کو بنا گاؤں کے۔ امی ابو کو ہینڈل کر لینا اور گیسٹ روم صاف کروا دینا۔

میرے ساتھ ایک گیسٹ بھی ہوگا۔۔۔ نہیں۔ مطلب گیسٹ نہیں مطلب اممم۔" وہ تیز تیز بولتی

سوچ میں پڑ گئی۔

"مطلب کہ اپنا ہی بندہ ہوگا۔ ہاں۔" اس نے ہادیہ کی طرف دیکھا جو نا سمجھی سے اسے ہی دیکھ رہی

تھی۔

"کون ہوگا یہ اپنا بندہ؟"

"اب یہ تو جب وہ آئے گا تبھی پتا چلے گا۔" وہ مسکرائی اور اندر کی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"عجیب لڑکی ہے۔" ہادیہ بڑبڑائی۔

:-

مجھے زندگی میں قدم قدم پر تیری رضا کی تلاش ہے۔۔۔

تیرے عشق میں میرے خد مجھے انتہا کی تلاش ہے۔۔۔۔۔

"آہ نہ کر لبوں کو سی

عشق ہے دل لگی نہیں

سینے پر تیر کھائے جا

آگے قدم بڑھائے جا

یعنی زبان حال سے

کہ دے کہ ہاں ستائے جا

ادھر آستم گر ہنر آزمائیں

تو تیر آزمایا ہم جگر آزمائیں۔۔۔۔۔"

وہ گنجاتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اسکارف سے نقاب لگا رہی تھی۔ نقاب لگا کر اس نے ٹھوڑی پر ٹکایا اور ٹیبل کے برابر میں بنے کبڈ کو کھولا۔ کبڈ میں بہت سے ہینگر لٹکے ہوئے تھے۔ جن میں سیاہ چن، سیاہ اپرز، لانگ کوٹ لٹکے تھے، نیچے بلیک جاگرز، لانگ شوز، پڑے تھے۔ جبکہ بیچ میں ایک دراز تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے ایک ہینگر اٹھایا اور بیڈ پر رکھا واپس کبڈ تک آئی اور وہ دراز کھولی۔ وہاں پر مختلف پستل رکھی تھیں۔ اس نے آگے بڑھ کر گولڈن پستل اٹھائی اور اسے لوڈ کر کے بیڈ پر پھینکا نیچے جھک کر جاگرز اٹھائے۔ بیڈ کے پاس آئی اور چنے کو کندھے پر لٹکایا۔

"میں تو کہتی ہوں بھاڑ میں جائے سب مجھے تو بس ایک کالا چغہ دو میں جا رہی ہوں قبرستان قبریں کھودنے۔"

"تمہارے پیچھے کوئی بدرغازان نہیں آئے گا رسا۔"

"مجھے کسی بدرغازان کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

وہ اب گردن کے نیچے ڈوری بند کر رہی تھی۔

"بھئی مجھے نا ایک پستل دو، دو تین خنجر دو۔ میں جا رہی ہوں ڈاکو بننے۔"

وہ اب جھک کر جاگرز پہننے لگی۔

"کبھی کبھی میرا دل کرتا ہے کہ میں بلیک اپر پہنوں ہڈ سر پر گراؤں ایسے کہ میرا چہرہ نظر نہ آئے ایٹمیوڈ بوائے کی طرح اور کہیں روپوش ہو جاؤں کتنا مزہ آئے گا نا)"

اس نے بیڈ پر پڑی پستل اٹھائی۔

"یا اللہ خیر۔" اس نے چونک کر پیچھے دیکھا جہاں ہادیہ دل پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔

"ڈرا دیا تھا تم نے ظالم۔" وہ لمبی لمبی سانسیں لینے لگی۔ ارسا چپ چاپ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

"خیر یہ اس طرح کے گیٹ اپ کی کیا ضرورت تھی۔ کسی قاتل سے ملنے جا رہی ہو یا کسی ڈاکو سے؟"

ہادیہ نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ ارسا نے کندھے اچکائے اور باہر چلی گئی۔ جبکہ ہادیہ پریشانی سے اس کی پشت کو گھور کر رہ گئی۔

:-

یاد ماضی عذاب ہے یا رب

چھین لے مجھ سے حافظہ میرا۔

www.urdu novels mania.com

چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ بڑھتی سردی لوگوں کو گھروں میں رہنے پر مجبور کر رہی تھی۔ لیکن اس ٹھنڈی سردی میں وہ لاہور کی اس تنگ سی گلی میں ایک بند دکان کی سیڑھیوں پر بیٹھا تھا۔ دکان کے شٹر سے ٹیک لگائے دو سیڑھیاں چھوڑ کر تیسری سیڑھی پر پاؤں رکھے وہ چاند کو دیکھ رہا تھا۔ سفید شٹر پر سیاہ اپر پہنے ہڈ کو کمر پر گرائے سیاہ ہی پینٹ اور جاگرز پہنے، سفید رنگت لئے وہ

ہمیشہ کی طرح بینڈ سم لگ رہا تھا۔ چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں اداسی چھائی ہوئی تھی۔ سیاہ بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

(سورج کی روشنی سیاہ سڑک پر چلتی پراڈو کے شیشے سے ٹکرا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے زالان کے چہرے سے خوشی جھلک رہی تھی۔ آج پورے دس سال بعد وہ اپنی گریٹا سے ملنے جا رہا تھا۔ ان دس سالوں میں اس نے اس دن کے لئے بہت محنت کی تھی۔ یتیم خانے سے نکل کر وہ حبیب کمانڈر (جو ایک مشن کے سلسلے میں اس گاؤں آئے ہوئے تھے) کے گھر گیا تھا۔ وہاں سے اس کی ایک الگ زندگی شروع ہوئی۔ اس کی تعلیم مکمل کروائی گئی۔ اسے بھرپور ٹریننگ دی گئی۔ انتقام کے جذبے کو دل میں لئے اس نے ہر مشکل وقت گزارا۔ ان دس سالوں میں وہ انٹیلیجنس کی مدد سے ایک طاقتور مافیا گینگ بنا چکا تھا جس کی مدد سے وہ ملک میں اسمگلنگ پر کنٹرول پارہے تھے۔ بہت سے بڑے بڑے گینگز کو اس کی مدد سے انٹیلیجنس نے پکڑا تھا۔ وہ انٹیلیجنس کا سبجٹ بن چکا تھا۔ جوہر مشن میں فاتح بن کر لوٹا تھا۔ گاڑی یتیم خانے کے باہر کی تو وہ اپنی سوچوں سے باہر آیا۔ وہ چھوٹا سا یتیم خانہ اب ایک بڑی سی بلڈنگ میں تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ تیزی سے گاڑی سے اتر اور اندر کی جانب بڑھا۔ کاریڈور سے گزرتے ہوئے وہ آفس کے اندر داخل ہوا۔ جہاں ایک ادھیر عمر شخص بیٹھا تھا۔

"اسلام و علیکم۔" اس نے مصافحہ کیا۔
 اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھے۔
 "جی فرمائیے۔ میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔"

"میرا نام زلالان حیدر ہے۔ دس سال پہلے میں اور میری بہن اپنے ماں باپ کی ڈیٹھ کے بعد یہاں آئے تھے۔ کچھ ہفتوں بعد میں تو یہاں سے چلا گیا تھا جبکہ میری چھوٹی بہن یہیں تھیں۔ ان کا نام گڑیا۔۔۔" جلدی جلدی میں وہ گڑیا کہ گیا تھا۔

"ان کا نام فاطمہ حیدر ہے۔ آپ مجھے اس سے ملوا سکتے ہیں؟" اس نے تصحیح کرتے ہوئے کہا۔ انداز سے بے چینی جھلک رہی تھی۔

"مسٹر زلالان بات دراصل یہ ہے کہ آپ کے جانے کے بعد آپ کی بہن بہت بیمار ہو گئیں تھیں۔" مقابل نے سنجیدگی سے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

"ایک دن وہ یہاں سے غائب ہو گئیں۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ خود یہاں سے گئیں یا کوئی انہیں لے گیا۔ کچھ پتا نہیں چلا اور اب تو دس سال ہو گئے ہیں۔ کون جانے کہ اب وہ زندہ بھی ہیں یا۔۔۔" اس آدمی کی بات بیچ میں ہی رہ گئی۔ زلالان کرسی سے اٹھا اور آفس سے باہر نکلا۔ کارڈور میں چلتے ہوئے وہ دیوانوں کی طرح وہاں بنے کمروں میں جھانکنے لگا۔

"جھوٹ بول رہے ہو تم لوگ۔ میری گڑیا اپنے بھائی کو چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔ میں جانتا ہوں وہ یہیں ہے۔" وہ چلا رہا تھا۔ کچھ گارڈز اس کی جانب بڑھے۔ وہ اب چلاتا ہوا گراؤنڈ میں داخل ہوا۔ گارڈز نے اسے پکڑ لیا۔

"چھوڑو مجھے چھوڑو۔ میں خود اپنی گڑیا کو ڈھونڈوں گا۔" وہ دیوانہ وار خود کو پھڑوانے کی کوشش کر رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ آخر تک کروہ نیچے بیٹھ گیا۔

"وہ کیسے جاسکتی ہے؟ وہ مجھے کیسے چھوڑ سکتی ہے؟" سر جھکائے وہ روتے ہوئے بڑبڑا رہا تھا۔ سب کے لئے یہ ایک عجیب منظر تھا۔ بائیس سالہ وہ مرد اپنی بہن کے لئے تپتے فرش پر بیٹھا تو رہا تھا۔ لیکن وقت کا کام گزرنا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ لوگ بھی اپنی زندگیوں کی طرف واپس آ جاتے ہیں۔ شدید ڈپریشن، ذہنی دباؤ کے بعد وہ بھی اپنی زندگی کی طرف لوٹا تھا لیکن مردہ دل کے ساتھ۔ خود کو سنبھالنے میں ہادی نے اس کی بہت مدد کی تھی۔ اب وہی اس کے لئے سب کچھ تھا۔ ایک دوست ایک بھائی سب کچھ۔ اور اب پانچ سال بعد اس کی ملاقات ارسا ہاشم سے ہوئی ہے جس کی آنکھیں گریٹا جیسی ہیں۔ لیکن اسے ارسا ہاشم کو مارنے کا آرڈر ملا ہے۔ اور اگر وہ یہ ناکر سکا تو ہادی اسے مار دے گا۔ عجیب امتحان میں تھا وہ۔ اپنی پسٹل اٹھاتے اٹھاتے وہ اسے گھر ہی چھوڑ آیا تھا۔ اسے کچھ وقت چاہیے تھا خود کو سنبھالنے کے لئے۔)

"ہینڈز آپ یو آر انڈر اریسٹ۔" وہ چونکا تھا۔ ایک لڑکی کی رعب دار آواز اس کے کانوں میں پڑی۔
اپنی کپٹی پر پستول کی نال محسوس ہوئی۔ زالاں نے فوراً اپنے آنسو صاف کئے اور چہرہ پیچھے موڑا۔ سیاہ
جنے میں مسکراتی آنکھوں کے ساتھ وہ گولڈن گن اس کی کپٹی پر رکھ کر کھڑی تھی۔

اے زندگی!

مجھے تو بتا۔۔۔۔۔

میں تجھے کہاں ملوں؟

جہاں کوئی غم نہ ہو،

جہاں آنکھیں نم نہ ہوں،

جہاں دل میں خواہشوں کی،

تھوڑی سی بھی پیاس نہ ہو۔۔۔۔۔

جہاں زندگی اداس نہ ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جہاں سنگدل تنہائی نہ ہو۔۔۔۔۔

جہاں خوشیوں سے جدائی نہ ہو۔۔۔۔۔

اے زندگی!

مجھے تو بتا۔۔۔۔۔

میں تجھے کہاں ملوں ؟ ؟

جہاں راحتیں ازل سے نصیب ہوں۔۔۔۔۔

جہاں بہاروں کی نوید ہو۔۔۔۔۔

جہاں اپنوں سے سب قریب ہوں۔۔۔۔۔

اے زندگی!

مجھے تو بتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میں تجھے کہاں ملوں ؟؟؟؟

◆ ◆ ◆

"ہینڈ آپ یو آر انڈر اریسٹ۔" وہ چونکا تھا۔ ایک لڑکی کی رعب دار آواز اس کے کانوں میں پڑی۔ اپنی کپٹی پر پستول کی نال محسوس ہوئی۔ زالان نے فوراً اپنے آنسو صاف کئے اور چہرہ پیچھے موڑا۔ سیاہ جھپے میں مسکراتی آنکھوں کے ساتھ وہ گولڈن گن اس کی کپٹی پر رکھ کر کھڑی تھی۔

"کیا ہوگا اگر میں تمہیں یہیں خاموشی سے اس گن سے اڑا دوں؟" ارسا نے اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا

"میں آپ کا شکر گزار رہوں گا۔" پتا نہیں اس نے یہ بات کس دل سے کہی تھی۔ ارسا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"اتنی مایوسی زالان حیدر۔" دھیمے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنی گن اس کی کپٹی سے ہٹائی۔ اور گن کو اپنے دائیں طرف رکھتے ہوئے سیرڑھیوں پر بیٹھ گئی۔ ہڈ کو کمر پر گرا دیا۔

"آپ کو گارڈز کے بغیر نہیں آنا چاہئے تھا ارسا۔ وہ آپ کی حفاظت کے لئے ہیں۔" ارسا نے تھکی نظروں سے اسے دیکھا۔

"سلیمان ہمدانی چیف جسٹس آف پاکستان کو گارڈز کے بیچ میں گولی مار دی گئی۔ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا گولی ان کے سر میں لگی تھی۔ موت تو موت ہے زالان۔ کسی وقت کسی کو بھی آ سکتی ہے۔ موت سے تو بزدل ڈرتے ہیں۔" اس نے اپنا چہرہ زالان کی طرف موڑا تھا۔ زالان نے سر جھکایا۔

"رہی بات گارڈز کی تو یہ چند پیسوں سے خرید لئے جاتے ہیں۔ اگر میں کہوں کہ میرے ساتھ جتنے بھی گارڈز ہوتے ہیں وہ سب خریدے جا چکے ہیں تو زالان اس میں کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے۔ ان کے

سامنے کوئی مجھے مار کر چلا جائے گا اور یہ خاموشی سے میری لاش میرے گھر والوں کو دے آئیں گے بس۔ "آج وہ بہت تلخ لگ رہی تھی۔

"اگر کوئی اور انہیں خرید سکتا ہے تو اس آپ بھی تو انہیں خرید سکتی ہیں نا۔" زالان نے سر اٹھا کر اس سے پوچھا۔

"یہ فانی لوگ ہیں زالان۔ اللہ کی مخلوق ہیں مجھے کوئی حق نہیں ہے انہیں خریدنے کا۔ جانتے ہو جب یہ چند پیسوں کے عوض اپنا ضمیر بیچنے کے لئے تیار ہوتے ہیں تو اس وقت ان کی ہتھیلیوں پر صرف ان کا ضمیر نہیں ہوتا۔ انہیں خریدنے والے کا ضمیر بھی ہوتا ہے جو بک جاتا ہے۔ اور بے ضمیر لوگ اچھے نہیں ہوتے۔" زالان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"چلو اب شاباش شروع ہو جاؤ طوطے کی طرح۔ کون ہو؟ جیل کیوں گئے؟ مجھے ملک سے جانے کا بکواس مشورہ دے کر پھانسی پر کیوں چڑھنا چاہتے ہو؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

زالان نے خاموشی سے اس کی آنکھوں کو دیکھا۔ جو چمک رہی تھیں۔

"کیا ہوا؟" اس کی خاموشی محسوس کر کر اس نے کہا۔

"کچھ نہیں۔" زالان نے نفی میں سر ہلایا۔ اور اسے سب بتانا شروع کیا۔

بڑا دشوار ہوتا ہے

ذرا سا فیصلہ کرنا

کہ جیون کی کہانی کو

بیان بے زبانی کو

کہاں سے یاد رکھنا ہے

کہاں سے بھول جانا ہے

کسے کتنا بتانا ہے

کس سے کتنا چھپانا ہے

کہاں رو رو کے ہنسنا ہے

کہاں ہنس ہنس کے رونا ہے

کہاں آواز دینی ہے

کہاں خاموش رہنا ہے

کہاں رستہ بدلنا ہے

کہاں سے لوٹ جانا ہے

بڑا دشوار ہوتا ہے - - - -

وہ نظریں اپنے جاگزر پر مقید کئے سب بتا رہا تھا۔ ڈرتا کہ اگر اس نے اپنی نظریں اس کی آنکھوں میں گاڑیں تو وہ بولنا بھول جائے گا۔ جبکہ ارسا اپنی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھے اسے دیکھتے ہوئے اسے سن رہی تھی۔ کبھی اس کی کسی بات پر مسکرا دیتی۔ کبھی بور ہونے کے سے انداز میں جمائیاں لیتی۔ اس کی تمام حرکتوں کو نوٹ کرتے ہوئے وہ اپنا ماضی اسے کسی کہانی کی طرح سن رہا تھا۔ چاند مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وقت دھیرے دھیرے گزر رہا تھا۔ سیاہ لباس میں وہ دونوں

اندھیرے کا حصہ لگ رہے تھے لیکن ان پر پڑتی چاند کی روشنی انہیں اندھیرے میں نمایاں کر رہی تھی

"چیف جسٹس کے بعد انصاف مہم کی لیڈر آپ ہیں۔ انٹیلیجنس کے آرڈرز آچکے ہیں۔ انہوں نے
۔۔۔۔۔" وہ رکا تھا۔

"انہوں نے آپ کو مارنے کا کہا ہے۔" اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ ارسا نے دوبارہ جمائی لی اور
پاس پڑی پستل اسے پکڑائی۔ زالاں نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"میں آپ کو مارنا نہیں چاہتا ارسا۔ اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ یہاں سے چلی جائیں کچھ وقت کے
لئے جب تک یہ معاملہ حل نہیں ہوتا۔ میں زندگی میں پہلی مرتبہ اپنے کمانڈرز کے آرڈرز کے خلاف
جارا ہوں۔ لیکن پتا نہیں کیوں میں آپ کو نہیں مار سکتا۔ حالانکہ میں نے اب تک ہزاروں قتل کئے
ہیں۔ ناجانے کتنے دشمنوں کی جانیں لیں ہیں۔ لیکن آپ میری دشمن نہیں ہیں۔ آپ میری ہم وطن
ہیں۔ آپ میری بات سمجھ رہی ہیں نا۔" ارسا نے آنکھیں سکڑ کر اسے دیکھا۔

"اس مہربانی کی وجہ؟" سادہ سا سوال آیا۔

"وجہ۔۔۔۔۔" وہ مسکرایا۔

"وجہ شاید آپ۔" پھر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں وجہ آپ کی آنکھیں ہیں۔ یہ بالکل فاطمہ جیسی ہیں۔" اس نے نظریں چرائیں تھیں۔

"اواچھا۔ سمجھ گئی۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"لیکن تم نے مجھے بتایا نہیں کہ تمہارے جانے کے بعد فاطمہ کا کیا ہوا؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔
کوئی اور ہوتا تو اسے اب تک زالان پر رحم آچکا ہوتا لیکن وہ ارسا ہاشم تھی۔ جسے ظالم ملکہ یونی نہیں کہا جاتا تھا۔

"دس سال بعد میں اسے لینے گیا تھا لیکن وہ وہاں نہیں تھی۔ وہ چلی گئی تھی۔ نجانے کہاں۔" اس نے دھیے لہجے میں کہا تھا۔

ارسانے خاموشی سے اسے دیکھا۔ کچھ وقت اسے یونی دیکھنے کے بعد وہ مسکرائی تھی۔ اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

"فاطمہ کو جانا تھا زالان۔" اس نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔ زالان نے حیرت سے اسے دیکھا۔ پھر اس نے ایک ہاتھ سے اپنے نقاب کو نیچے کر کر ٹھوڑی پر ٹکایا تھا۔ زالان کو جھٹکا لگا تھا۔ وہ سامنے دیکھ رہی تھی جس کی وجہ سے اس کا آدھا چہرہ نظر آ رہا تھا۔

"کیونکہ اگر وہ ناجاتی تو دنیا کسی ارسا ہاشم کو ناجان پاتی۔" اس نے اپنا چہرہ زالان کی طرف کیا تھا۔
زالان ساکت ہوا تھا۔ وقت تھم گیا تھا۔ کہا جاتا ہے انسان جتنا بھی بدل جائے اس کی ناک ہمیشہ پہلے جیسی ہی ہوتی ہے۔ لیکن وہ بالکل نہیں بدلی تھی۔ وہی بڑی بڑی آنکھیں، کھڑی ناک، سفید رنگت۔
وہ لڑکی اس کی بہن تھی جس کے لئے وہ دن رات بڑھاتا تھا۔

"فاطمہ۔" اس نے سرگوشی کی تھی۔

"میں نے کہا تھا نازالان کہ اگر مجھے کبھی اپنی شناخت بدلنے کا موقع ملا تو میں ارسا بن کر دنیا کی نظروں میں آؤں گی۔ اور جب میرے ماں باپ کے بعد میرا بھائی بھی مجھے اس دنیا سے لڑنے کے لئے اکیلا چھوڑ گیا تو میرے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا۔" زالان کسی ٹرانس کی کیفیت میں اسے دیکھ رہا تھا۔

"تمہارے جانے کے بعد میں نے سات دن تمہارا انتظار کیا۔ یہ سات دن مجھے سات صدیوں کی طرح لگے تھے۔ لیکن پھر میں نے خود کو خود ہی سنبھالا تھا۔ اگر تمہارے پاس تمہارا مقصد تھا تو میرے آگے بھی دنیا تھی۔ اسی لئے میں وہاں سے نکل گئی تھی۔ اور دیکھو آج میں کہاں ہوں۔ ہزاروں مجرموں کو سزائیں دے کر میں نے اپنا انتقام لے لیا۔ میں بہت خوش ہوں اپنی اس زندگی سے۔" زالان کی آنکھوں میں نمی آئی تھی۔

"میں نے ناصر ف بہت سے مجرموں کو سزا دی ہے بلکہ بہت سے جرائم کو ختم بھی کیا ہے۔ اور جب تک سانسوں کی یہ ڈور چل رہی ہے میں کبھی کسی پر ظلم نہیں ہونے دوں گی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ درد کیا ہوتا ہے۔ تم واحد سہارا تھے میرا اور تم ہی مجھے چھوڑ گئے تھے۔ ایسے کوئی کرتا ہے کیا؟" وہ بول رہی تھی اس کے آنسو آنکھوں سے تیزی سے گر رہے تھے۔

"لیکن تمہارے جانے کے بعد میں مضبوط ہو گئی ہوں۔ میں نے اس ظالم دنیا میں جینے کا طریقہ سیکھ لیا ہے۔ میں ناچاہتے ہوئے بھی بہت بدل گئی ہوں۔ کیونکہ آپ کو بدنام پڑتا ہے جب آپ کے اپنے آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ لیکن قدرت مجھ پر مہربان ہے۔ تمہارے بعد قدرت نے مجھے کچھ ایسے لوگوں سے ملایا جو واقعی میرے اپنے ہیں۔ جو مجھے تمہاری طرح چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔" وہ رکی تھی

- اپنے ہاتھ کی پشت سے اپنے گال کو رگڑا۔ زالان نے بھگی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔ ایک آنسو اس کی آنکھ سے ٹوٹا تھا۔

"مجھے معاف کر سکتی ہو؟" اس نے بمشکل کہا تھا۔ ارسا نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔
"معافی مانگو گے؟" سیدھا سوال آیا۔

زالان نے اس کی بات پر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے کان پکڑے تھے۔ اس کی اس حرکت پر ارسا کھلکھلا کر ہنسی تھی۔ اور آگے بڑھ کر اس کے کانوں سے اس کے ہاتھ ہٹائے تھے۔

"میری زندگی کے اصولوں میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ جب کوئی آپ سے معافی مانگے تو اسے معاف کر دو۔ چاہے اس نے آپ کے ساتھ کتنا ہی برا کیوں نہ کیا ہو۔ مجھے وہ لوگ بہت برے لگتے ہیں جن کو اگر کوئی چھوڑ جائے تو وہ روتے ہیں، دن رات اس کے لوٹنے کی دعائیں کرتے ہیں اور جب اللہ ان کی دعائیں سن لیتا ہے اور وہ شخص واپس آ جاتا ہے تو وہ یہ کہہ کر اسے معاف نہیں کرتے کہ اس نے میرے ساتھ بہت برا کیا۔ اب یہ بھی تھوڑا بڑا پلے تاکہ اسے میرے درد کا اندازہ ہو۔ مطلب سیریسلی؟ آپ نے اللہ تعالیٰ سے جو مانگا اللہ نے وہ آپ کو دیا تو آپ اسے ٹھکرا رہے ہو۔" زالان نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"رہی بات تکلیف کی تو آپ اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دو۔ آپ کو نہیں لگتا کہ وہ شخص آپ کے پاس لوٹ کر آیا اس کا مطلب کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے آپ کا بدلہ لے لیا ہے۔ آپ کو چاہیے کہ یہ سوچ کر اسے کھلے دل سے معاف کر دیں اگر۔۔۔۔"

"اگر وہ کان پکڑ کر معافی مانگے تو!!" اس نے شرارت سے کہا۔

"تو مسٹر زالان حیدر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ، اس کے بعد یہ چاند ستارے، یہ ہوا، یہ فہنا زمین و آسمان پر چیز گواہ رہے گی کہ میں نے تمہیں دل سے معاف کیا۔" اس نے بلند آواز میں چاند کو دیکھتے ہوئے کہا۔ زالان نے بھی اپنی نگاہوں کا رخ چاند کی طرف کیا۔ دونوں خاموشی سے چاند کو دیکھ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد اسانے پریشانی سے زالان کو دیکھا۔

"اچھا سنو میں نے صبح تھوڑا سا ناشتہ کیا تھا۔ دو بجے کافی پی تھی۔ گھر آ کر ہادیہ کے ساتھ بریانی کھائی تھی۔ شام کو عبد اللہ کے ساتھ آئیسکریم کھائی تھی۔ لیکن میں نے ڈنر نہیں کیا اور اب مجھے بہت زیادہ بھوک لگ رہی ہے۔ میری ٹہنی میں گھوڑے ورلڈ کپ میچ کھیل رہے ہیں۔ اور تمہاری پینٹ کی رائٹ پاکٹ میں پڑے ڈیری ملک کو دیکھ کر گھوڑوں کے ساتھ ساتھ ہاتھی بھی اس میچ میں شامل ہو گئے ہیں۔ اب چوہے بلیوں کے شامل ہونے سے پہلے مجھے ڈیری ملک کھانا ہے۔" وہ تیز تیز بولتی زالان کو حیرت میں ڈال گئی تھی۔ زالان نے حیرت سے اسے دیکھا اور پھر اپنی پینٹ کی پاکٹ کو۔ جہاں سے ڈیری ملک بھانک رہا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے ایک ڈیری ملک اس کی طرف بڑھایا۔ جسے اسانے نہیں تنہا اور نظروں سے اس کی پاکٹ کی طرف اشارہ کیا۔ زالان نے لمبی سانس لی اور تمام چاکلیٹس اس کی طرف بڑھائیں۔ جنہیں اسانے اشتیاق سے تنہا اور سائیڈ پر رکھ دیں۔ ان میں سے دو ڈیری ملک کے ریپر اتارنے لگی۔ زالان غور سے اس کی تمام حرکتوں کو دیکھ رہا تھا۔

"انسان جتنا بھی بڑا ہو جائے لیکن فری کی چیزوں کا اپنا ہی مزہ آتا ہے۔ اور تاریخ گواہ ہے میں نے کبھی چاکلیٹس خود نہیں لئے ہمیشہ عبد اللہ، زینب یا حدید سے ہی لیتی ہوں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور ایک چاکلیٹ زالان کی طرف بڑھایا۔

"اور اب ان ناموں میں میرے نام کو بھی شامل کر دو پرنس۔" ارسا نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔

"پرنس کسے کہا تم نے؟" اس نے زالاں کو گھورتے ہوئے کہا۔
"تمہیں۔"

"اوں ہوں۔" ارسا نے نفی میں سر ہلایا۔
"کیا ہوا؟" زالاں نے پوچھا۔

"پرنس نہیں میں کونین ہوں۔ کونین ارسا ہاشم۔" اس نے چاکلیٹ کی بائٹ لیتے ہوئے کہا۔
"لیکن لڑکیاں تو پرنس بننا پسند کرتی ہیں۔" زالاں نے اس کے کندھے پر اپنا بازو پھیلا دیا تھا۔
"بڑا تجربہ ہے لڑکیوں کی پسند کا۔" ارسا نے اسے گھورا تھا۔ زالاں کا قبضہ بلند ہوا۔

"میں دوسری لڑکیوں کی طرح نہیں ہوں۔ وہ اور میں کبھی ایک جیسی لڑکیاں نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ وہ پرنس ہیں۔ معصوم، رحمدل، لوگوں کی باتوں میں آجانے والیں، کمزور، ہر وقت مسکرانے والیں، جنہیں اس ظالم دنیا میں سروائیو کرنا نہیں آتا، وہ لوگوں کی چالاکیوں کو نہیں سمجھ سکتیں۔" ارسا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"جبکہ میں ایک کونین ہوں۔ میں معصوم نہیں ہوں مجھے چالاکیاں آتی ہیں۔ میں اگر رحمدل ہوں تو وقت آنے پر مجھ سے زیادہ سنگدل بھی کوئی نہیں ہے۔ میں لوگوں کی باتوں میں نہیں آتی۔ میں مسکراتی ہوں لیکن میں روڈ بھی ہوتی ہوں اور مجھے سنجیدہ رہنا بھی آتا ہے۔ کیونکہ میں کونین ارسا ہاشم ہوں۔ The one and only۔" وہ مسکرائی۔ زالاں نے اثبات میں سر ہلایا۔ ارسا کا چاکلیٹ ختم ہو چکا تھا۔

اس نے ہاتھ میں پکڑا، سر آرام سے برابر میں بیٹھے زالان کی پاکٹ میں ڈال دیا۔ زالان نے گھور کر اسے دیکھا۔ تو اس نے کندھے اچکا دیئے۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ بھائی کسے کی زحمت تو تم پہلے بھی نہیں کرتی تھیں اب تو آپ بھی نہیں کہتیں۔" زالان نے خفگی سے کہا۔ ارسا نے آنکھیں سکڑ کر اسے دیکھا۔

"مسٹر زالان حیدر! میں سیشن بج ارسا ہاشم ہوں۔ اور تم ایک مافیا باس ہو یہ الگ بات ہے کہ تم انٹیلیجنس کے کارکن ہو لیکن ہو تو ایک مافیا باس نا۔ تو اصولاً تمہیں مجھے آپ کتنا چاہیے جیسے پہلے کہتے تھے میں آپ کو مارنا نہیں چاہتا، آپ یہاں سے چلی جائیں، آپ کی آنکھیں بالکل فاطمہ جیسی ہیں۔" اس نے ہنستے ہوئے زالان کی نقل اتاری۔

"سچ میں جب تم آپ کہتے تھے نا تو مجھے پتا ہے میں اپنی ہنسی کیسے کنٹرول کرتی تھی۔" وہ مسلسل ہنس رہی تھی۔ اور زالان مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

رات کے ایک بجے وہ دونوں بند دکان کی سیڑھیوں پر بیٹھے تھے۔ چاند کی روشنی ان کے چہروں پر پڑ رہی تھی۔ سفید رنگت پر پڑتی روشنی دونوں کے مسکراتے چہرے۔ یہ ایک خوبصورتی سے بھرپور منظر تھا۔ جیسے اگر کوئی اور وہاں آگیا تو منظر کی خوبصورتی چلی جائے گی لیکن ہر دفع وہی نہیں بوتا جو ہم چاہیں۔ جہاں خوبصورتی ہوتی ہے بد صورتی بھی وہیں پیدا ہوتی ہے۔ جہاں مسکراہٹ ہوتی ہے آنسو بھی وہی گرتے ہیں جہاں بہا رہوتی ہے خزاں بھی وہی آتی ہے۔

"ارسا تم نے مجھے بتایا نہیں کہ تم وہاں سے کیسے نکلیں اور تمہارے امی ابو یہ سب کیسے ہوا؟" زالان نے جھک کر اپنے جوتوں کے تسمے ٹائیٹ کرتے ہوئے کہا۔

اس کی بات پر ارسا اٹھی اور سیڑھیاں اتر کر نیچے کھڑی ہوئی۔ زالان نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تو ارسا نے اسے نیچے آنے کا اشارہ کیا۔ زالان بھی سیڑھیاں اتر کر اس کے پاس آیا۔ بند دکان کی پچھلی جانب کھرے نقاب پوش نے اپنی گن لوڈ کی۔

"مسٹر زالان رات ہو چکی ہے اب گھر چلیں باقی کہانی میں آپ کو صبح بتاؤں گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں کیسے؟"

"لیکن ویکن کچھ نہیں تم میرے ساتھ آرہے ہو۔" ارسا نے اسے گھورا تھا۔

"ٹھیک ہے چلو۔" لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے قدم اٹھاتے فضا میں فار کی آواز گونجی۔ گن سے نکلی گولی برق رفتاری سے زالان کی پشت کی جانب بڑھی۔ جسے ارسا نے بخوبی دیکھا۔ غیر ارادی طور پر اس نے زالان کو زور سے سائیڈ کی جانب دھکا دیا وہ منہ کے بل نیچے گرا۔ نیچے پڑا ہوا اس کے ہونٹ پر لگا وہاں سے خون بہنے لگا۔ جبکہ گولی تیز رفتار سے ارسا کے دل میں لگی تھی۔۔۔ زالان نے بے یقینی سے سر اٹھا کر ارسا کو دیکھا۔ سیاہ چنے پر خون تیزی سے گر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ خون آلود ہو چکے تھے۔ وہ لڑکھڑانے لگی۔ زالان نے آگے بڑھ کر اسے گرنے سے بچایا۔

"ارسا دیکھو تمہیں کچھ نہیں ہوگا ہمت رکھو۔" وہ اسے ہلارہا تھا۔ درد کی وجہ سے ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکل کر گال پر پھسلا تھا۔ زالان نے نفی میں سر ہلایا۔

"ارسا میں ایبولینس کو کال کرتا ہوں۔ تم ہمت کرو۔ میں تمہیں بچا لوں گا۔ تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔" اس نے پینٹ کی پاکٹ میں سے موبائل نکال کر کان سے لگایا ارسا نے کچھ نہیں کہا تھا بس خاموشی سے

آنکھیں بند کے تھیں۔ اسے ہچکی آئی تھی۔ اس کا سر زالان کے ہاتھ کی پشت کی جانب لڑھک گیا۔
 زالان کے ہاتھ سے موبائل چھوٹا تھا۔ اس نے بے یقینی سے اپنے خون آلود ہاتھ کو دیکھا۔
 "ارسا۔۔" وہ چلایا تھا۔ وہ دوبارہ اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ لیکن اب وہ دوبارہ کبھی واپس نہیں آئے
 گی۔ زالان رو رہا تھا۔ چاند نے بھی یہ منظر دیکھا تھا۔ فضا میں آواز گونجی تھی: "کوئین ارسا ہاشم اس دنیا
 کو الوداع کہ چکی تھی۔ موت نے اسے شہ مات دے دی تھی۔"

یہ بازی جان کی بازی ہے

تم جیت گئے ہم ہار گئے۔۔

اور موت کا تو کچھ پتا نہیں ہوتا۔ کب کیسے کس کو آجائے۔

یہ جسم ہے تو کیا

یہ روح کا لباس ہے

یہ درد ہے تو کیا

یہ عشق کی تلاش ہے

فنا کیا مجھے

یہ چاہنے کی آس نے

طرح

طرح

شکست ہی ہوا



رضا ہے کیا تیری
 دل و جہاں تباہ کیا
 سزا بھی کیا تیری
 وفا کو بے وفا کیا
 تو وار زندگی
 سے یوں مجھے جدا کیا

کہاں

کہاں

پھروں میں ڈھونڈتا
 رضا ہے کیا تیری
 دل و جہاں تباہ کیا
 سزا بھی کیا تیری
 وفا کو بے وفا کیا
 دوبارہ زندگی
 سے یوں مجھے جدا کیا

کہاں

کہاں



پھروں میں ڈھونڈتا۔۔۔

اوڑھ کر مٹی کی چادر بے نشان ہو جائیں گے

ایک دن آنے گا ہم بھی داستاں ہو جائیں گے۔۔

ہادیہ مسلسل لان میں چکر کاٹ رہی تھی۔ ہاتھ میں موبائل پکڑ رکھا تھا جس سے بار بار وہ کسی کا نمبر ملاتی بے چینی سے لان میں ٹہل رہی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ایک بجے تک آجائے گی اور اب ڈھائی بج رہے تھے۔ چمکتا ہوا چاند اسے بتانا چاہتا تھا کہ جو چلے جاتے ہیں وہ واپس نہیں آتے۔ آخر تک ہار کر وہ لان کے سائیڈ میں پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ایسبولینس کے سارن کی آواز گونجی۔ وہ چونک کر اٹھی۔ عبداللہ بھی باہر آ گیا تھا۔ دونوں دروازے کی طرف دوڑے۔ ایسبولینس ان کے گھر کے باہر رکی۔ ایک اسٹریچر کو ایسبولینس میں سے نکالا گیا۔ اسٹریچر کے ٹائیر چرچراے۔ اسے دھکیلا جا رہا تھا۔

"میں ارسا ہاشم یہ عہد کرتی ہوں کہ میں ہمیشہ انصاف پر قائم رہوں گی۔ کبھی اپنے ذاتی مفاد کو انصاف پر برتری نہیں دوں گی۔ میں اپنے آخری وقت تک اپنے ملک، اپنے مذہب اسلام، اپنے رب اور اپنی قوم کے لئے انصاف پر ڈٹی رہوں گی۔"

اسٹریچر اندر آچکا تھا۔ دونوں بہن بھائی اس کی جانب دوڑے۔ ہادیہ نے کپکپاتے ہاتھوں سے سفید کفن میں لپیٹی اس لاش کے منہ سے کپڑا ہٹایا۔ ووساکت رہ گئی تھی۔ وہ ارسا ہاشم تھی۔

"میں انصاف کی خاطر اپنی موت سے بھی نہیں ڈروں گی۔ میں عہد کرتی ہوں کہ میں کسی ظالم کو کسی مظلوم پر ظلم نہیں کرنے دوں گی۔ I will shed last drop of my blood for Allah, for Islam, for my country and for justice")

ہادیہ ساکت نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ("میں چاہتی ہوں گولی دل میں لگے تاکہ درد بھی نہ ہو اور میں شہادت کو پاؤں۔") اس کے کانوں میں ارسا کی آواز گونجی تھی۔

"کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ مجھے اپنی دعاؤں میں ایڈیٹنگ کرنی ہوگی کہ اللہ جب میں مروں تو ہادیہ میرے پاس نہ ہو۔ ورنہ یہ میرے پیچھے ہارٹ اٹیک کا بہانہ بنا کر جنت میں آجائے گی۔"

"عبداللہ میرے مرنے کے بعد اپنے اس نئے کیمرے سے میرے جنازے کی ویڈیو بنانا کہ میرے گھر والے رو بھی رہے ہیں کہ نہیں۔ جنت میں ویڈیو تم سے لے لوں گی۔"

زالان کی نظر سوچوں میں گم اس لڑکی پر پڑی۔ ("سنو میری موت پر جو لڑکی رونے کے بجائے شکوہ سمجھ جانا وہ ہادیہ ہوگی") وہ دونوں باتیں کر رہے تھے جب اچانک ارسا نے اس سے کہا تھا۔

"ہادیہ۔۔" کسی کے پکارنے پر اس نے بے خیالی سے نظر اٹھائی۔ لال آنکھیں، گیلیے گال، خون آلود ہاتھوں کے ساتھ وہ لڑکا اس کے سامنے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ ہادیہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں زالان حیدر۔۔ ارسا۔" وہ رکا۔

"ارسا ہاشم کا بھائی۔" وہ چاہ کر بھی اس کے نام کے آگے حیدر نہیں لگا پایا تھا۔ جس نام کو اپنا حق سمجھ کر اس نے اپنے نام کے ساتھ لگایا تھا اس کے جانے کے بعد وہ اسے کیسے ہٹا دیتا۔ کبھے قدموں

سے وہ اندر کی جانب بڑھتا تھا۔ ہادیہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ کانوں میں اب بھی ارسا کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

"پہلے لوگ مرنے والوں کے جنازوں پر ان کی تلواریں رکھا کرتے تھے۔ ہم لڑکیوں کے جنازے پر کیا رکھو گے؟ جھاڑو، پوچا یا برتن"

"میں جلدی مر جاؤں گی اور میرے مرنے پر بہت سے لوگ روئیں گے۔ کیونکہ اچھے لوگ جلدی مر جاتے ہیں اور ان کے مرنے پر بہت زیادہ لوگ روتے ہیں میں تو ویسے بھی کونین ہوں نا"

ایک آنسو اس کے گال پر پھسلا تھا۔ اور وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ چاند اداسی سے اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو اب خاموشی سے آنسو بہا رہی تھی۔

"اچھے لوگ اس دنیا سے جلدی چلے جاتے ہیں کیونکہ یہ دنیا اچھی نہیں ہے"

"اور کیونکہ جب آپ باغ میں ہوتے ہیں تو آپ اس پھول کو توڑتے ہیں جو آپ کو اچھا لگے"

اور ارسا ہاشم تو اچھی تھی نا۔ اسی لئے جلدی چلی گئی۔ دنیا نامی اس باغ سے ایک اور اچھے پھول کو توڑ دیا گیا تھا۔۔۔

www.urdu novelsmania.com

عجیب پاگل سی لڑکی ہوں کہ

ان خوابوں کو چنتی ہوں

جنہیں پورا نہیں ہونا

دعا وہ مانگتی ہوں جس کو اذن

باریابی ہی نہیں ملنا
 میں ہونے اور نہ ہونے کی
 عجیب سی کشمکش سہتے ہوئے
 زندہ ہوں اور اس دل کی سنتی ہوں
 مجھے معلوم ہے جس راستے پر
 عمر بھرا اب مجھ کو چلنا ہے
 وہاں میرے لئے بس اک
 بھرم ہے ساتھ چلنے کا
 وہاں کے خاتموں میں چھیں گے
 تب بھی مجھ کو اف نہیں کہنا
 مگر پھر بھی میں اپنا سر جھکائے،
 دل سے اس راستے پر چلتی ہوں
 میں ان خوابوں کے مرنے پر
 نہ کوئی بین کرتی ہوں
 نہ روتی ہوں نہ ان کو یاد کرتی ہوں
 میں سچ اور جھوٹ سے رنگا ہوا یہ
 زندگی کے نام کا چولا پہن کر خوب ہنستی ہوں



تمہیں اگر ایسے جینا پڑے تو چچ اٹھو تم

مگر میں پھر بھی جیتی ہوں

عجب پاگل سی لڑکی ہوں۔۔۔۔۔

لیپ ٹاپ کی روشن سکرین پر اندھیرا چھا گیا۔ زالان نے گہری سانس لی۔ اور لیپ ٹاپ بند کیا اور بیڈ سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس آیا۔ سرخ آنکھیں، ماتھے پر بکھرے بال بلیک شرٹ بلیک پینٹ پہنے وہ اس وقت بجھرا ہوا لڑکا لگ رہا تھا۔ آج اس کو اس دنیا سے گئے ہوئے ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔ اس کی زندگی اب بھی چل رہی تھی۔ واقعی وہ بہت ڈھیٹ تھا وہ اب بھی زندہ تھا۔ نجانے موت اس پر رحم کیوں نہیں کھاتی تھی۔

"زالان یہ تمہاری کافی۔" ہادیہ کمرے میں آئی تھی۔ زالان نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"ہادیہ۔ وہ مکڑی جس نے ہواسے ہار قبول کی تھی اس کا کیا ہوا؟" ہادیہ نے گہری سانس لی۔

"اس نے ہواسے ہار قبول کی تھی۔ ایک دن ہوا اور زیادہ زور سے آئی تھی اور مکڑی کو بھی اپنے ساتھ

لے گئی تھی۔" ہادیہ نے بیڈ کراؤن کے اوپر لگی پینٹنگ کی طرف اشارہ کیا۔

"جس نے قبول کی مات بہت جلد اسے ملے گی شہ مات۔" اس نے سر جھکایا تھا۔

"وہ پہیلیوں کی طرح تھی زالان۔ اس کی اکثر باتیں مجھے بھی سمجھ میں نہیں آتیں تھیں۔ جیسے کہ یہ کالا

دل۔ مجھے کبھی سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے یہ کیوں پسند تھا؟" زالان نے نظر اٹھا کر اس شوپیس کو دیکھا۔

"یہ کالا دل باہر سے بھی کالا ہے اور اندر سے بھی۔ اسے لے اسے یہ بہت پسند تھا۔ کیونکہ یہ جیسا اندر

سے ہے ویسا ہی باہر سے ہے۔ اسے وہ لوگ اچھے نہیں لگتے تھے جو اندر سے کالے اور باہر سے سفید

ہوں۔ ارسا ہاشم کو منافقت ناپسند تھی۔ "اس نے کافی کاکپ لبوں سے لگایا۔ کافی کا ایک گھونٹ لیتے ہی اسے جھٹکا لگا تھا۔

"ہادیہ کافی بہت زیادہ کڑوی ہے۔" ہادیہ مسکرائی تھی۔

"تم نے مجھ سے کہا تھا کہ جس چیز کا استعمال ارسا زیادہ کرتی تھی وہ لے آؤ۔ اور وہ بلیک کافی زیادہ پیتی تھی۔" زالان مسکرایا۔

"زالان بھائی۔ کوئی آپ سے ملنے آیا ہے۔" عبداللہ افراتفری میں کمرے میں داخل ہوا۔

"نام نہیں بتایا کیا انہوں نے؟" زالان نے کپ سائیڈ پر رکھتے ہوئے کہا۔

"حسیب۔" زالان نے چونک کر ہادیہ کو دیکھا۔ اور فوراً بیڈ سے اٹھ کر کمرے سے باہر بھاگا۔ گیسٹ روم میں داخل ہو کر اس کی نظر صوفے پر بیٹھے حسیب کمانڈر پر پڑی۔ زالان کو دیکھ کر وہ کھڑے ہوئے اور مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ زالان نے سنجیدگی سے انہیں دیکھتے ہوئے ان کا ہاتھ تھاما۔

"تمہاری بہن کا سن کر بہت افسوس ہوا مجھے۔ اللہ اس کی مغفرت کرے۔" زالان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم نے کبھی بتایا ہی نہیں ارسا ہاشم تمہاری بہن ہے۔" زالان کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ آئی تھی۔

"اگر بتا دیتا تو کیا آپ اس کی جان بخش دیتے؟" اس نے دھیے لہجے میں کہا۔

"زالان یہ سب اس ملک کے لئے ہے۔۔۔"

"اس ملک میں انصاف واپس لانے والوں کی جانیں لے کر آپ کہ رہے ہیں کہ یہ اس ملک کے لئے ہے۔" زالان نے ان کی بات کاٹی۔

"میری ایک بات یاد رکھیے گا کمانڈر۔ یہ آپ نے اچھا نہیں کیا۔ آپ کو نہیں لیکن آپ کی نسلوں کو اس بات کا ضرور احساس ہوگا جب اس ملک کا بوجھ ان کے کندھوں پر گرے گا۔ اور وہ اسے سنبھال نہیں پائیں گے۔ کیونکہ انصاف نہیں تو کچھ نہیں۔ لیکن آپ ریلیکس ہو جائیں جب تک انصاف مہم کی ٹیم میں سے ایک فرد بھی زندہ ہے تب تک یہ ملک اپنے پاؤں پر کھڑا رہے گا۔" وہ جانے کے لئے مڑا تھا۔ لیکن پھر رک گیا۔

"ایک بات پوچھوں آپ سے؟"

"آپ نے مجھے مارنے کے لئے ہادی کو کیسے راضی کیا؟" کمانڈر چونکا تھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے کہ مجھے نہیں پتا کہ میری بہن کو گولی مار کر لنگڑا کر بھاگتا وہ شخص ہادی تھا جسے میں نے اپنا بھائی اپنا دوست سب کچھ سمجھا تھا۔" اس کی آنکھوں میں درد تھا۔

"آپ ہی نے تو مجھے وارننگ دی تھی کہ اگر اس مشن میں میرے قدم ذرا سے بھی ڈگمگائے تو آپ مجھے مروانے میں ایک سیکنڈ نہیں لگائیں گے۔ لیکن مجھے نہیں پتا تھا آپ مجھے میرے اپنے ہی بھائی کے ہاتھوں مروانا چاہتے تھے۔" بولتے ہوئے اس کی آنکھوں میں نمی آئی تھی۔

"میں صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ انٹیلیجنس نے تمہیں فار کر دیا ہے۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

زالان نے اثبات میں سر ہلایا اور باہر کی طرف قدم بڑھائے۔ آنکھوں سے بہتے آنسو تیزی سے اس کا چہرہ بھگور رہے تھے۔۔۔۔۔

:-

چلتے رہیں گے قافلے میرے بعد بھی یہاں
اک ستارہ ٹوٹ جانے سے فلک تنہا نہیں ہوتا۔

سات سالوں بعد:

1 جنوری 2027:::

آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ ہلکی ہلکی بوند باندی ہو رہی تھی۔ پانی کی بوندیں لاہور کی اس سڑک کو بھگور رہی تھیں۔ درخت بھی بارش میں نہا رہے تھے۔ صبح کے اس وقت اس بڑے سے بینگلو کے باہر پولیس موبائل کھڑی تھی۔ بینگلو کا گیٹ کھلا تھا۔ سیاہ پینٹ پر سیاہ کوٹ ہاتھ میں رسٹ واچ پہنے بلیک جاگرز پہنے وہ باہر آیا تھا۔ گاڑی کی جانب جاتے ہوئے اس کی نظر پولیس موبائل کے پاس کھڑے عبداللہ پر پڑی۔ اس نے حیرت سے اسے دیکھا اور پھر اپنے قدم اس کی جانب بڑھائے۔

"عبداللہ۔" اس کی آواز پر عبداللہ نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"زالان بھائی۔" وہ مسکرایا۔

"یہاں کیا کر رہے ہو؟ آفس نہیں جانا کیا؟" زالان نے پوچھا تھا۔

"جانا ہے۔" عبداللہ نے سر جھکایا تھا۔

"آپ کو پتا ہے زالان بھائی۔۔۔ ارسا آپنی کے ساتھ یہی پولیس موبائل ہوتی تھی جو آج آپ کے ساتھ ہے۔ یہ گارڈز، یہ پولیس موبائل پر چیز یہیں ہے کوئی نہیں ہے تو وہ ارسا آپنی ہیں۔" زالان نے ہونٹ بھیجنے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"ان کے جانے کے بعد ہماری زندگی رکی نہیں ہے لیکن بعض دفعہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ان کے بغیر زندگی خالی خالی سی ہے۔ وہ مجھے اپنا کرائم پارٹنر کہتی تھیں۔ اور ہادیہ آپنی ان کی بیسٹ فرینڈ تھیں۔ جبکہ زینب کو وہ ہمیشہ چھوٹے بچوں کی طرح ٹریٹ کرتی تھیں جس پر وہ بہت چڑتی تھی۔ مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے جب زینب نے بابا سے پوچھا تھا کہ مجھے سچ بتائیں ارسا آپنی نہیں میں آپ کی سوتیلی بیٹی ہوں نا۔ اس دن اس نے سب سے بہت ڈانٹ کھائی تھی۔ واحد ارسا آپنی تھیں جو اس کی اس بات پر بہت ہنسیں تھیں۔" عبداللہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایک اور بات بتاؤں۔ مجھے آج بھی چاکلیٹس پسند ہیں۔ زینب کی فرینڈز اب بھی اسے چاکلیٹس دیتی ہیں۔ لیکن کوئی ان کو ہاتھ تک نہیں لگاتا۔ زینب کو لگتا ہے کسی دن ارسا آپنی مجھے کہیں گی کہ زینب سے چاکلیٹس لے آؤ۔ اسی انتظار میں چاکلیٹس ایکسپائر ہو جاتی ہیں۔ لیکن وہ اب مجھے چاکلیٹس لانے کا نہیں کہتیں۔ نا مجھے نا ہادیہ آپنی کو۔" اس کی آنکھوں سے نمی جھلکی تھی۔ زالان نے اسے گلے لگایا تھا۔

"لیکن اب اور چاکلیٹ ایکسپائر نہیں ہوں گی۔ ارسا کا کرائم پارٹنر ان چاکلیٹس کو بنا چرائے میرے پاس لائے گا۔ سن رہے ہوں نا۔" عبداللہ نے اپنی آنکھوں میں آنی نمی صاف کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"تمہارے پاس آج کا دن ہے رات چاکلیٹس لاؤ گے اور پھر چل کریں گے۔ ٹھیک ہے۔" وہ دونوں مسکرائے تھے۔

"Siparişiniz gibiefendim۔" عبداللہ کے کہنے پر دونوں کی ہنسی چھوٹ گئی۔ نم آنکھیں اور ہنستے چہرے تیز چلتی ہوا کو کسی کی یاد دلا گئے تھے۔

"چلو اب میں لیٹ ہو رہا ہوں۔ خدا حافظ۔" اس نے اپنے قدم گاڑی کی طرف بڑھائے۔ اس کے گاڑی میں بیٹھتے ہی گاڑی چل پڑی۔ عبداللہ نے مسکراتے ہوئے دور جاتی اس کی گاڑی کو دیکھا تھا۔ بیس منٹ بعد گاڑی کورٹ کے کارپورچ میں رکی تھی۔ وہ گاڑی سے اترا اور راہداری میں چلنے لگا۔ اپنے آفس کے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر اس نے اپنی نیم پلیٹ کو دیکھا۔ سات سال پہلے جہاں سیشن جج اس باہر لکھا ہوتا تھا سات سال بعد وہاں سیشن جج زالان حیدر لکھا تھا۔ اس نے لمبی سانس لیتے ہوئے آفس کا دروازہ کھولا۔ دروازہ بند کر کے مڑتے ہوئے اس کی نظر شیشے کی ٹیبل کے اس پار راکنگ چیئر کے پیچھے کھڑے کھڑکی سے باہر جھانکتے اس ذی نفس پر پڑی۔

"ارے۔۔۔ سر آپ یہاں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی بات پر وہ مڑا تھا۔

ہمیشہ کی طرح بلیک کوٹ پینٹ میں ملبوس ہلکی سبز آنکھیں بھورے بال ماتھے پر بکھرے ہوئے وہ ہائی کورٹ جج حید تھا۔

"سرتونہ کہا کرو یا ر۔ چھوٹا ہوں تم سے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"عمر کو کون دیکھتا ہے جی۔ عہدے میں تو آپ مجھ سے بڑے ہیں نامر۔" زالان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"سر کے بچے سدھر جاؤ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا تم بیٹھو۔ تمہارے لئے میں کیا منگواؤں۔ چائے؟" زالان نے موبائل نکالتے ہوئے کہا۔
 "بلیک کافی۔" نمبر ملاتے ہوئے زالان کے ہاتھ تھمے تھے۔ اس نے سر اٹھا کر حدید کو دیکھا۔ وہ بھی مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"اوکے۔" زالان نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے موبائل کان سے لگایا۔
 "دو بلیک کافی: بکھوادیں۔" حدید نے چونک کر اسے دیکھا۔ جواب کرسی پر بیٹھ رہا تھا۔
 "وہ چلی گئی ہے حدید۔ لیکن مجھے بلیک کافی اور چاکلیٹس کا عادی کر گئی ہے۔" اس نے ہونٹ بھیجنے کہا۔

"تمہیں ایک بات بتاؤں۔" زالان نے اثبات میں سر ہلایا۔

بحریہ۔۔۔۔۔ بحریہ یونیورسٹی میں ہم پہلی دفع ملے تھے۔ پہلی ملاقات میں ہی اچھی خاصی لڑائی ہوئی تھی۔
 نہ ظالم ملکہ نے ہارمانی تھی نامیں نے۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ مجھے اندازہ ہوا کہ ارسا ہاشم بہت مختلف ہے۔ ہر طرح سے۔ میں اس سے فرینڈشپ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ مجھے انور کرتی تھی۔ پھر ایک دن وہ میرے پاس آئی تھی۔ ہمارے یونی کے لاسٹ ڈیز چل رہے تھے۔ جانتے ہو وہ مجھ سے کیا کہنے آئی تھی؟ "اس نے گہری سانس لی۔"

"اس نے مجھے کہا کہ یونی کے لاسٹ ڈے پر ہونے والے فکشن میں وہ چاہتی ہے کہ تلاوت میں کروں۔ کتنی عجیب بات تھی۔ نجائے اس نے کہاں سے سنی تھی میری تلاوت۔ خیر۔۔ میں نے اسے کہا تھا کہ پہلے وہ مجھ سے دوستی کرے گی پھر میں تلاوت کروں گا۔ عجیب شرط تھی لیکن نہ میرے

پاس نہ اس کے پاس کوئی اور چارہ تھا۔ وہ ہماری دوستی کا پہلا دن تھا۔ فکشن کے اینڈ میں وہ میرے پاس آئی اور مجھے ایک موبائل دیا۔ وہ چاہتی تھی کہ میں اس کا پاس ورڈ کھولوں۔ میں نے کالج کے زمانے میں ہیپنگ کی کلاس لیں تھیں اور یہ بات اسے پتا چل گئی تھی۔ وہ موبائل مشال کا تھا۔ اس کی یونی دشمن کا۔ مشال کو وہ شروع سے ہی ناپسند کرتی تھی۔ اور مشال کالج کے زمانے سے ہی میری فرینڈ تھی۔ جب اسے یہ پتا چلا تو ہنگامہ کھڑا کیا تھا اس نے۔۔ اکثر مجھے اچھی خاصی سناتی تھی مشال کی وجہ سے۔ میں نے مشال کے موبائل کا پاس ورڈ کھولا تھا۔ اور پھر مجھے پتا چلا کہ مشال نے اسپج کے دوران اس کی پک لی تھی جسے وہ ڈیلیٹ کرنا چاہتی تھی۔ اس نے پک ڈیلیٹ کر کے موبائل واپس مشال کو دے دیا اور ساتھ میں ایک چاکلیٹ بھی جس کا اسے بہت افسوس تھا۔ اور جب مشال تمہاری ایل بی بی بن کر آئی تھی اس دن بھی اس نے مشال کو اچھا خاصا سنایا تھا۔۔۔ فیملی جج، سول جج، حتیٰ کہ سیشن جج بھی ہم ساتھ بنے تھے۔ "زالان غور سے اسے سن رہا تھا۔"

"اکثر ہم کیس ایکسچینج کرتے تھے جس پر بہت ڈانٹ پڑتی تھی ہمدانی سر سے۔ لیکن ہم باز نہیں آتے تھے۔ اس کا پسندیدہ کرائم اسمگلنگ تھا۔ مجھے ملنے والا کوئی بھی اسمگلنگ کیس میں نے حل نہیں کیا وہ ہمیشہ ایسے کیسز مجھ سے لے لیتی تھی۔ اور سفر کے بیچ میں ظالم ملکہ مجھے چھوڑ گئی۔ وہ واقعی ظالم تھی۔ ایک اور ظلم کر گئی۔" حدید نے چہرہ جھکا یا تھا۔ پھر اس نے گہری سانس لی۔

"بہر حال میں تمہیں مبارک بعد دینے آیا تھا۔ میرے بعد انصاف مہم کے لیڈر تم ہو گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

زالان نے غور سے حدید کو دیکھا۔

"میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا زالان۔ کبھی کسی ملکہ سے دوستی مت کرنا۔ ہر ملکہ ظالم ہوتی ہے۔"

اس نے دھیے لہجے میں کہا اور آفس سے باہر چلا گیا۔

جبکہ پیچھے زالان مسکرایا تھا۔ ظالم ملکہ جاتے جاتے حدید کو بھی رنگ بدنا سکھا گئی تھی۔۔۔

وہ جو قافلوں میں نہ تھے، منزل کو جا پہنچے

کوئی ہمیں بھی یوں سفر کرنا سکھا دے۔۔۔

"ارسا۔۔ مطلب قوس قزح۔ رینبو۔ رینبو کے ساتھ ساتھ ہیں۔ ساتھ ساتھ رنگ۔ ارسا کے بھی

مختلف رنگ تھے۔ جو مختلف جگہوں پر مختلف وقت میں سامنے آتے تھے۔ وہ مختلف چہرے نہیں

رکھتی تھی۔ وہ منافق نہیں تھی۔ وہ مختلف رنگ رکھتی تھی۔ چہروں اور رنگ میں کیا فرق ہوتا ہے یہ

میں ابھی تک سمجھ نہیں پایا۔ لیکن وقت مجھے سکھا دے گا۔ بہت جلد۔" لیپ ٹاپ پر چلتی انگلیاں رکی

تھیں۔ اس نے سر اٹھا کر کھڑکی سے جھانکتے چاند کو دیکھا۔ وہ ارسا کا کمرہ تھا لیکن اب وہاں زالان رہتا

تھا۔ دیواروں پر لگی پینٹنگز میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ کبڈ میں پڑے جاگرز، لانگ کوٹ اور گنز میں اضافہ

ہوا تھا۔ وہ اس کی کمی کو پورا کرنے کی پوری کوشش کرتا تھا۔ اس نے ارسا کے بعد سب کو سنبھالا تھا

۔ لیکن اسے سنبھالنے والا کوئی نہیں تھا۔ وقت نے اسے سکھایا تھا کبھی کسی پر بھروسہ مت کرنا۔ اور

اس نے کسی پر بھی بھروسہ کرنا چھوڑ دیا تھا۔ ظالم دنیا کے لوگ بھروسے کے قابل ہی نہیں ہیں۔

وہ قوس و قزح کے رنگوں کے جیسے لوگ

جانے کہاں سے آئے نا جانے کہاں گئے۔۔۔۔۔

"زالان بھائی - چاکلیٹس حاضر ہیں -" عبداللہ نے اس کے سامنے چاکلیٹس رکھیں - وہ مسکرایا -
 "تم سمجھتے کیا ہو خود کو عبداللہ؟" زینب کی تیز آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا -
 "اوو تو آپ نے کہا تھا اسے -" زینب غصے سے اسے گھور رہی تھی -
 "زینب کیا ہو گیا ہے؟" عبداللہ نے کہا تھا -

"مجھے کیا ہوا ہے؟ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ کیا ہوا ہے؟ یتیم خانے میں اکیلے ارسا آپی کو یہ جناب
 چھوڑ کر گئے تھے - اور جب وہ ہمارے ساتھ خوش تھیں تو یہ دوبارہ آگئے ان کی زندگی میں - انہی کی
 وجہ سے آپی اس دنیا سے چلیں گئیں -" وہ چلائی تھی - زلالان نے ہونٹ بھینچے -
 "میری بات کان کھول کر سن لیں یہ جو چند سانسیں آپ لے رہے ہیں نا ان کے لئے آپی کا شکر ادا
 کریں آپ - یہی کافی ہے - ارسا آپی کی جگہ لینے کی کوشش بھی نہ کریں -" اسے وارن کرتی وہ باہر
 چلی گئی تھی - اس کے پیچھے ہی عبداللہ بھی چلا گیا تھا -
 زلالان نے لمبی سانس لی - اسے یقین تھا ایک دن زینب بھی اسے سمجھ جائے گی - یقیناً وہ اسے سمجھے
 گی - اس نے پاس پڑی فائلز اٹھالیں -
 www.urdu novels mania .com

حسیب کمانڈر کے خلاف عدالت میں کیس آیا تھا - کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ وہ "رائیجنٹ" تھے جنہوں
 نے انٹیلیجنس کا نام استعمال کر کے ملک میں جنگ پھیلانے کی کوشش کی - جبکہ کچھ کا کہنا تھا کہ وہ را
 ایجنٹ نہیں تھے البتہ ملک میں دہشتگردی پھیلانے آئے تھے - اصل حقیقت کیا تھی یہ کوئی نہیں جانتا
 تھا - زلالان آج کل اسی کیس کو ریڈ کر رہا تھا - اسے یقین تھا یہ معمہ بھی حل ہو جائے گا - تیز چلتی ہوا
 نے گہری سانس لی - وقت کا کام ہے گزرنا وہ گزر جاتا ہے - یہاں بھی وقت گزر رہا تھا - لیکن ارسا

ہاشم کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ظالم ملکہ کو کوئی نہیں بھلا سکتا۔ ظالم ملکہ کو بھلایا نہیں جاسکتا کیونکہ وہ ملکہ تھی۔ جو دلوں پر بادشاہت کرتی تھی۔ اس کی سلطنت لوگوں کے دل تھے۔ جہاں اس نے اپنی موت سے پہلے تک راج کیا۔ لیکن ان دلوں میں وہ اپنے نشان چھوڑ گئی تھی۔ ان نشانوں سے واضح تھا کہ اس نے جن دلوں پر بادشاہت کی تھی اس کے جانے کے بعد بھی وہاں اسی کی بادشاہت قائم تھی۔ کوئی اور ملکہ اس کی جگہ نہیں لے سکتی کیونکہ وہ ارسا ہاشم تھی۔

QueenirsaHashim...theoneandonly..

وہ کہتی تھی کہ اگر لوگوں کی نظر سے دیکھا جائے تو پیپی اینڈنگ وہ ہے جس میں کہانی کے آخر میں سب خوشی خوشی رہیں کوئی نہ مرے۔ اس نظریے سے ہماری زندگی میں کبھی بھی پیپی اینڈنگ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کہانی جتنی بھی بڑی ہو مرنا تو سب کو ہے ایک نہ ایک دن۔ اصل پیپی اینڈنگ وہ ہے جس میں کردار کی موت اچھی ہو۔ یا جیسی موت کی اس نے خواہش کی ہو اسے ویسی ہی موت ملے۔ ارسا ہاشم کے اس نظریے سے دیکھا جائے تو بنت عباس کو لگتا ہے کہ اس کہانی کی پیپی اینڈنگ ہوئی ہے آپ کا کیا خیال ہے؟

www.urdu novelsmania.com

سوار چمن مہکا،

سوار بہار آئی،

دنیا کی وہی رونق،

دل کی وہی تنہائی....

ختم شد۔۔۔۔۔

السلام وعلیکم :

آج میرا یہ ناول اللہ کے فضل و کرم سے ختم ہوا۔ آپ سب نے میری اس پہلی کوشش کو سراہا جس کے لئے میں آپ سب کی بہت بہت شکر گزار ہوں۔ لیکن یہ کہانی یہاں ختم نہیں ہوئی۔ یہ تو شروعات ہے بہت سی اور کہانیوں کی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں شہ مات کا دوسرا سیزن لکھوں گی اگر آپ ایسا سوچتے ہیں تو یہ غلط ہے کیونکہ شہ مات اس ہاشم نامی کردار کی کہانی ہے اور جب کردار کا اختتام ہوا تو کہانی بھی ختم ہوئی۔ البتہ ہو سکتا ہے کہ اگر میں کوئی اور ناول لکھوں تو اس میں ان کرداروں کے بارے میں تھوڑا لٹک دے دوں۔ اور اگلے ناول لکھنے کے لئے مجھے آپ سب کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ دعا کریں کہ ایک مختلف کہانی کا پلاٹ میرے ذہن میں آئے جسے میں الفاظوں میں ڈھال کر آپ کے سامنے پیش کر سکوں۔

ایک اور بات کہ اگر آپ نے اس ناول میں کسی بھی قسم کی کوئی غلطی دیکھی ہے تو براہ مہربانی اس کے بارے میں مجھے بتائیں تاکہ میں اس کی تصحیح کر سکوں۔ اور ناول کے بارے میں تبصرے یا تنقید کریں تاکہ مجھے اپنی محنت وصول ہوتی محسوس ہو۔

آپ سب کی شکر گزار اور دعاؤں کی طلبگار

فاطمہ عباس لغاری۔۔۔